جولائی ۱۹۹۱ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

دیرمسئول

اکٹراسرار احمد

مسلمان خواتین کے دینی فرائض

حلقہ خواتین تنظیم اسلامی لاہور کے اجتماع عام میں امیر تنظیم کا خطاب

یکے از مطبوعات

تنظیم اسلامی

نئی کارمینا نظامِ ہضم کی اصلاح کے لیے زیادہ پُرتاثیر

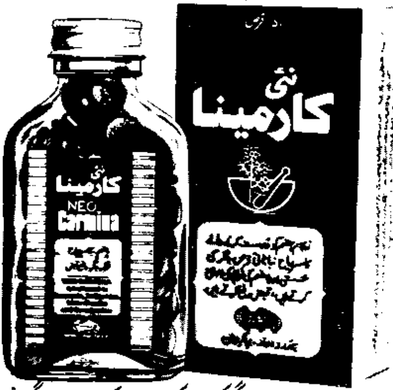

کوپودینے کے جوہراور دیگر مفید و مؤثر اجزا کے اضافے سے زیادہ قوی، پُرتاثیر اور خوش ذائقہ بنادیا گیا ہے۔

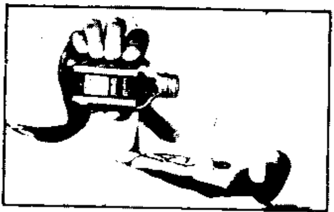

نئی کارمینا نظامِ ہضم کو بیدار کرنے، معدے اور آنتوں کے افعال کو منظم و دُرست رکھنے میں زیادہ کارگر ہے۔

انسان کی تن دُرستی کا زیادہ تر انحصار معدے اور جگر کی صحت مند کارکردگی پر ہے۔ اگر نظامِ ہضم درست نہ ہو تو دردِ شکم، بدہضمی، قبض، گیس، سینے کی جلن، گرانی یا بھوک کی کمی جیسی شکایات پیدا ہوجاتی ہیں جس کے سبب غذا صحیح طور پر جُزوِ بدن نہیں بنتی اور صحت رفتہ رفتہ متاثر ہونے لگتی ہے۔

پاکستان اور دنیا کے بہت سے ممالک میں ہمدرد کی کارمینا پیٹ کی خرابیوں کے لیے ایک مؤثر نباتی دوا کے طور پر شہرت رکھتی ہے۔ چونکہ یہ ہر گھر کی اہم ضرورت ہے اس لیے ہمدرد کی تجربہ گاہوں میں اس کی افادیت پر ہمہ وقت تحقیق و تجربات کا عمل جاری رہتا ہے۔ نئی کارمینا اسی تحقیق کا حاصل ہے۔ نئی کارمینا

بچوں بڑوں سب کے لیے مفید **نئی کارمینا** ہمیشہ گھر میں رکھیے

ہمدرد
ہم خدمت خلق کرتے ہیں

\darts

CAR- 4 88

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُم بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اُس میثاق کو یاد رکھو جو اُس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے مانا اور اطاعت کی۔

لاہور 24/6/13

ماہنامہ میثاق

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

جلد: ۴۰
شمارہ: ۷
ذوالحجہ ۱۴۱۱ھ
جولائی ۱۹۹۱ء
فی شمارہ -/۵
سالانہ زرِ تعاون -/۵۰

سالانہ زرِ تعاون برائے بیرونی ممالک

سعودی عرب، کویت، دوبئی، دوحا، قطر، متحدہ عرب امارات	۲۵ سعودی ریال
ایران، ترکی، اومان، عراق، بنگلہ دیش، الجزائر، مصر، انڈیا	۶۔ امریکی ڈالر
یورپ، افریقہ، سکنڈے نیویں ممالک، جاپان وغیرہ	۹۔ امریکی ڈالر
شمالی وجنوبی امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ وغیرہ	۱۲۔ امریکی ڈالر

ترسیلِ زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ۔ ماڈل ٹاؤن فیروز پور روڈ۔ لاہور (پاکستان)

ادارۂ تحریر
شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید
حافظ خالد محمود خضر

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقامِ اشاعت: ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور ۵۴۷۰۰۔ فون: ۸۵۶۰۰۳-۸۵۶۰۰۴
سب آفس: ۱۱۔ داؤد منزل، نزد آرام باغ شاہراہ لیاقت کراچی۔ فون: ۲۱۶۵۸۶
پبلشرز: لطف الرحمٰن خان، طابع: رشید احمد چودھری، مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

● **عرضِ احوال** ——— ۳

عاکف سعید

● **تذکرہ وتبصرہ** ——— ۷

حالاتِ حاضرہ : امیر تنظیمِ اسلامی کی نظر میں

● **مسلمان خواتین کے دینی فرائض** ——— ۱۳

حلقۂ خواتین تنظیمِ اسلامی کے اجتماعِ عام میں امیر تنظیمِ اسلامی کا خطاب

● **کتابیات** ——— ۴۱

انسان کی انفرادی زندگی پر گناہوں کے اثرات

زیرِ طبع کتاب 'کبائر' کے باب اوّل کی فصل رابع (۱)

ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور

● **حلقۂ خواتین کا اجتماع عام** ——— ۴۹

رُوداد اجتماع اور شرکاء کے تأثرات

مرتبہ : امت الحیی

● **نگاہِ واپسیں** ——— ۶۰

سالانہ رپورٹ تنظیمِ اسلامی کراچی برائے سال ۱۹۹۰ء

مرتب : محمد نسیم الدین

● **رفتارِ کار** ——— ۶۱

(i) رُوداد ہفت روزہ تربیت گاہ ، برائے ملتزم رفقاء

(ii) تحریکِ دعوت رجوع الی القرآن اور متحدہ عرب امارات

● **تحریک رجوع الی القرآن** ——— ۷۶

اجمالی تعارف اور دعوتِ شمولیت

سراج الحق سید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ احوال

"حاکمیتِ خداوندی اور حاکمیتِ جمہور یا بالادستیٔ پارلیمنٹ کی بحث کو ختم کرنے کے لئے مناسب ہے کہ ہم 'جمہوریت' کی بجائے اصل اسلامی اصطلاح 'خلافت' کا استعمال عام کریں"۔ یہ اس اشتہار کا مضمون ہے جو امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اپنے ۵؍ جولائی کے خطابِ جمعہ کے لئے اخبارات میں اشاعت کے لئے تجویز فرمایا اور جو یقیناً رفقاء و احباب کی نظر سے گزرا ہوگا۔ جمہوریت کی بجائے آئندہ خلافت کی اصطلاح کو اختیار کرنے کی بات امیرِ تنظیم کی جانب سے اولاً قرآن اکیڈمی کراچی میں ۱۴؍ جون کے خطاب جمعہ میں اجمالاً سامنے آئی تھی۔ پھر ۲۸؍ جون کے خطاب جمعہ میں جو قرآن اکیڈمی لاہور کی جامع مسجد میں ہوا، امیر تنظیم نے اس بات کا اعادہ فرمایا۔ تاہم یہاں بھی یہ مضمون اجمالاً ہی بیان ہو سکا۔ امیر محترم کے اس بیان پر رفقاء و احباب کا کچھ ملا جلا سا ردِّ عمل سامنے آیا۔ بعض نے اس کی تحسین کی اور اسے صحیح سمت میں ایک پیش رفت قرار دیا، بعض نے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اسے اصولی موقف میں ایک تبدیلی سے تعبیر کیا اور بعض اس بنا پر شش و پنج میں رہے کہ امیر تنظیم کی بات ابھی تک وضاحت سے سامنے نہیں آسکی تھی ـــــــ الحمدللہ کہ ۵؍ جولائی کے خطاب جمعہ میں امیر محترم نے نہایت مفصل انداز میں اپنی بات شرکاء اجتماع کے سامنے رکھی ہے اور راقم کو یقین ہے کہ امیر محترم کی اس تقریر کے بعد شکوک و شبہات کے وہ بادل چھٹ چکے ہیں جو بعض رفقاء کے ذہنوں پر چھائے ہوئے تھے اور امیر تنظیم کا موقف بالکل نکھر کر سامنے آگیا ہے۔ امیر محترم نے واضح کیا کہ ہم اسلامی انقلاب کے نتیجے میں جس طرز کے نظامِ حکومت کے قیام کی بات کرتے ہیں اس کے لئے اسلامی جمہوریت کی بجائے خلافتِ عامّہ کی اصطلاح ہر اعتبار سے زیادہ موزوں بھی ہے اور مناسب بھی، اور اگر ہم فی الواقع پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بنانے کے خواہاں ہیں تو جمہوریت کی بجائے نظامِ خلافت کو رائج کرنا ہمارے پیش نظر ہونا چاہئے۔

لفظ جمہوریت کے ساتھ حاکمیتِ عوام کا تصور لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتا ہے۔ جبکہ

اسلام میں غیر اللہ کی حاکمیت کا کوئی تصور سرے سے موجود نہیں۔ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ۔ حاکمیت تو کُل کی کُل اللہ کی ہے۔ چنانچہ جب ہم اسلامی جمہوریت کی بات کرتے ہیں تو اس کے ساتھ ہمیں یہ وضاحتیں پیش کرنا پڑتی ہیں کہ جمہوریت سے ہماری مراد مغرب سے درآمد شدہ مادر پدر آزاد جمہوریت نہیں ہے جو عوام کی حاکمیتِ مطلقہ کے تصور پر مبنی ہے بلکہ اسلامی جمہوریت میں حاکمیت کا اصل اختیار اللہ ہی کو ہوگا، کتاب و سنت کو مکمل بالادستی حاصل ہوگی، اللہ اور اس کے رسول کی مقرر کردہ حدود کی پابندی لازم ہوگی، ہاں اس سے نیچے نیچے مباحات کے دائرے میں ہمیں آزادی ہوگی کہ باہم مشورے سے قانون سازی کر سکیں گے، وغیرہ۔ اس وضاحت اور تشریح کے بعد بھی یہ بحث تشنہ رہتی ہے کہ کتاب و سنت کی بالادستی نافذ کس طور سے ہوگی، پارلیمنٹ کا کردار اس میں کیا ہوگا، کسی قانون کے بارے میں اس فیصلے کا اختیار کہ یہ اسلام کے کسی اصول سے متصادم تو نہیں، پارلیمنٹ کو حاصل ہوگا یا عدلیہ کو، وغیرہ۔ امیر تنظیم نے واضح کیا کہ اگر ہم حاکمیتِ جمہور کی بجائے خلافتِ جمہور کی اصطلاح استعمال کریں تو ان ساری بحثوں کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اور یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ خلافت ٹھیٹھ دینی اصطلاح ہے جس کا حوالہ قرآن حکیم میں مختلف پیراؤں میں موجود ہے۔ جب ہم خلافت کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس کے مفہوم میں یہ بات شامل ہوتی ہے کہ حاکمیتِ مطلقہ تو اللہ کی ہے، خلافت کا ادارہ محض اس کی حاکمیت کی تنفیذ کے لئے وجود میں لایا گیا ہے۔ یہ دراصل Popular Sovereignty کی بجائے Popular Vicegerency کا تصور ہے اور یہ تصور اسلام کے عطا کردہ نظامِ حکومت سے پورے طور پر ہم آہنگ ہے۔

امیر تنظیم نے مزید واضح کیا کہ اگرچہ یہ درست ہے کہ خلافتِ راشدہ کا نظام صدارتی طرزِ حکومت کے قریب تر تھا لیکن اس معاملے میں اسلام ہم پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتا اور ویسے بھی خلافتِ راشدہ کا معاملہ بہت سے اعتبارات سے امتیازی تھا، اسی لئے اسے "خلافت علیٰ منہاج النبوۃ" قرار دیا جاتا ہے اور اب آئندہ ہو بہو اس طرز کا نظام قائم ہو ہی نہیں سکتا۔ تمدن کے ارتقاء اور وقت کی ضرورت کے پیش نظر اگر ہم پارلیمانی طرز کو اختیار کرنا چاہیں یعنی خلافتِ عامہ یا خلافتِ جمہور کو رائج کریں تو یہ بات دین کے مزاج سے ہرگز متصادم نہ ہوگی۔ تاہم یہ امر اپنی جگہ غور و فکر کا متقاضی ہے کہ

پاکستان کی موجود الوقت صورت حال میں صدارتی طرز کی خلافت مفید رہے گی یا پارلیمانی طرز کی۔

امیر محترم کا یہ خطاب مکمل صورت میں تو 'ندا' یا 'میثاق' کے آئندہ شمارے ہی میں شامل ہو سکے گا تاہم اس خطاب کا پریس ریلیز شاملِ اشاعت کیا جا رہا ہے۔

☆ ☆ ☆

۲۱ جون کو حلقۂ خواتینِ تنظیم اسلامی لاہور کے زیرِ اہتمام قرآن اکیڈمی میں ایک اجتماعِ عام منعقد ہوا جو بہت سے اعتبارات سے بحمد اللہ نہایت بھرپور اور کامیاب رہا۔ حلقہ خواتین تنظیم اسلامی کی مختصر سی تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کا منفرد اجتماع تھا۔ اس اجتماع کے پروگرام میں امیر تنظیم اسلامی کا ایک خطابِ عام بھی شامل تھا۔ موقع کی مناسبت سے امیر تنظیم نے اپنے خطاب کا موضوع "مسلمان خواتین کی دینی ذمہ داریاں" تجویز کیا۔ تنظیم اسلامی کے حلقۂ خواتین میں اگرچہ ایک دھیمی آنچ کی مانند پچھلے کئی برسوں سے غیر نمایاں اور غیر محسوس انداز میں محدود پیمانے پر دعوتی و تربیتی کام جاری تھا لیکن اس میں سرگرمی اور تیزی پچھلے کچھ عرصے ہی میں پیدا ہوئی ہے۔ اس اجتماع کی کامیابی میں اللہ کی تائید و توفیق کے ساتھ ساتھ اس پیہم جدوجہد کو بڑا دخل حاصل تھا جو ایک عرصے سے غیر محسوس طور پر جاری تھی ـــــــ اس اجتماع کی اہمیت کے پیش نظر اس شمارے میں نہ صرف امیر تنظیم کا مذکورہ بالا خطاب مکمل صورت میں شائع کیا جا رہا ہے بلکہ اجتماعِ خواتین کی ایک جامع رپورٹ بھی جس میں اجتماع میں شامل بعض خواتین کے تاثرات بھی شامل ہیں، شاملِ اشاعت کی جا رہی ہے۔ یوں زیرِ نظر شمارہ ایک اعتبار سے "خواتین نمبر" کی حیثیت رکھتا ہے۔

☆ ☆ ☆

امیر تنظیم اسلامی بحمد اللہ سفرِ حج سے بصحت و عافیت واپس تشریف لا چکے ہیں۔ یہ باسعادت سفر جس میں راقم بھی امیر تنظیم کے ہمرکاب تھا، خلافِ توقع بہت مختصر رہا۔ سفرِ حج کے ضمن میں ہم کُل بارہ راتیں اور گیارہ دن پاکستان سے باہر رہے۔ ایّامِ حج کے آغاز سے چار روز قبل ہم نے سرزمینِ حجاز میں قدم رکھا۔ ابتدائی تین دن مدینہ منورہ میں گزارے، مسجد نبوی کی زیارت اور روضۂ رسول ؐ پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ ۶ر

ذوالحجہ کو جدّہ مراجعت ہوئی، ٦ اور ٧ر کی درمیانی شب عمرے کی ادائیگی سے مشرف ہوئے، ٨ر ذوالحجہ یوم الترویہ کی صبح جدّہ سے منیٰ کے لئے روانہ ہوئے، ٨ تا ١٢ر اللہ کی توفیق سے مناسکِ حج کی ادائیگی میں گزرے اور الحمدللہ کہ بہت ہی سکون و اطمینان کے ساتھ مناسکِ حج ادا کرنے کا موقع ملا۔ فللہ الحمدُ والمنّۃ --- ١٢ر کی شام کو طوافِ وداع کرتے ہوئے رات تاخیر سے جدہ برادرم فیض اللہ خان کی قیام گاہ پر پہنچے اور اس سے اگلے روز یعنی ١٣ر ذوالحجہ (٢٥ر جون) کی شام پی آئی اے کی فلائٹ میں لاہور کے لئے ہماری سیٹیں کنفرم ہو چکی تھیں، حالانکہ ابتداءً ہمارا ارادہ ٢ر جولائی کو واپس آنے کا تھا، بلکہ اس بات کا امکان بھی موجود تھا کہ واپسی ٢ر جولائی کے بعد ہی ہو سکے گی، اس لئے کہ سیٹیں کنفرم نہیں تھیں ------ لیکن "ماشاءَ اللّٰہُ کان وما لم یَشأ لم یَکُن" کے مصداق نہ تو حج کے لئے جانے میں ہماری پلاننگ اور پیشگی ارادے کو دخل تھا اور نہ واپسی کے بارے میں ہم توقع کر سکتے تھے کہ اتنی جلدی ممکن ہو جائے گی۔ جس طرح اس سفرِ سعادت پر ہمارا جانا اللہ کی خصوصی مشیت کے تحت بالکل اچانک ہوا اسی طرح واپسی بھی اس کی خصوصی مشیت کے طفیل بالکل غیر متوقع انداز میں ہوئی۔ اسی کی رحمت سے امید ہے کہ وہ ہمارے حج کو شرفِ قبول سے نوازے گا۔ ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ!

☆ ☆ ☆

سفرِ حج سے مراجعت کے فوراً بعد جمعہ ٢٨ر جون کو قرآن اکیڈمی کی جامع مسجد میں امیر تنظیم اسلامی نے اپنے خطاب جمعہ میں ملکی اور بین الاقوامی حالات کے بارے میں اپنا بھرپور جائزہ اور تبصرہ شرکاء کے سامنے وضاحت سے پیش فرمایا۔ پھر اسی روز بعد نمازِ مغرب مرکزی انجمن خدام القرآن کے ماہانہ دعوتی اجتماع میں امیر محترم نے اپنے سفرِ حج کے تاثرات اور بالخصوص حج کے دوران وہاں کی انتظامی بدحالی اور اس کے ضمن میں اصلاحِ احوال کے نقطۂ نظر سے بعض تجاویز تفصیلاً بیان فرمائیں۔ مقدم الذکر خطاب مکمل صورت میں تازہ 'ندا' میں جس پر ۵ر جولائی کی تاریخ درج ہے، شائع ہو چکا ہے۔ اور مؤخر الذکر خطاب کا بھی ایک حصہ جو تجاویز پر مشتمل ہے، ندا میں شامل ہے۔ ان موضوعات سے دلچسپی رکھنے والے حضرات تازہ 'ندا' کے مطالعے کو اپنے لئے مفید پائیں گے۔

○ ○

حالاتِ حاضرہ

کے بارے میں تنظیم اسلامی اور اس کے امیر کا موقف

امیر تنظیم اسلامی کے خطاباتِ جمعہ کے آئینے میں

●

جاگیرداری اور سرمایہ داری کو ختم کئے بغیر
اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کی برکات کا ظہور نہیں ہو سکتا

(۷ر جون کے خطاب جمعہ کا پریس ریلیز)

لاہور: ۷ر جون۔ "اسلامی نظامِ اقتصادیات کی سب سے نمایاں بات سُود کی حرمت ہے جو اسے دوسرے موجودہ معاشی نظاموں سے ممتاز کرتی ہے اور بدترین سرمایہ دارانہ نظام کا سب سے بڑا استحصالی ہتھکنڈا بھی سُود ہی کا رواج ہے"۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد نے آج مسجد دارالسلام باغِ جناح میں اجتماعِ جمعہ سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے کہا کہ اسلام نے سرمایہ کو سُود کی حرمت کے ذریعے پابند کیا ہے اور اسے کھلی چھٹی نہیں دی کہ بغیر محنت کے گھر بیٹھے منافع کمانے اور پھلنے پھولنے کا موقع حاصل کرے' چنانچہ مضاربت میں بھی تحفظ محنت کو ہے سرمایہ کو نہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ آئی جے آئی کی حکومت نے شریعت بل کے نام سے بعض ایسے معاملات کو بھی تحفظ فراہم کر دیا ہے جو صریحاً اسلامی شریعت سے متصادم ہیں۔ اس طرح یہ بل شریعت کے نفاذ میں معاون ہونے کی بجائے اس کے انسداد کے لئے زیادہ کارگر ہو گا۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ موجودہ حکومت نے گزشتہ ۳۰ سال سے رائج غیر اسلامی اور نام نہاد عائلی قوانین کو از سرِ نو تحفظ فراہم کرنے کا اعلان کر کے شریعت کے ساتھ تمسخر و استہزاء کی انتہا کر دی ہے۔ ماضی کی حکومتوں کی طرح موجودہ حکومت نے بھی غیر اسلامی عائلی قوانین کو جاری رکھ کر بھارتی ہندوؤں کے لئے اس دعوے کا جواز فراہم کر دیا کہ مسلمان اگر اپنے آزاد ملک میں اسلامی پرسنل لاء پر عمل نہیں کر سکتے تو بھارت میں انہیں ایک کامن سِول کوڈ پر اعتراض کا

حق حاصل نہیں۔ ماضی کے حکمرانوں کی طرح موجودہ حکمرانوں نے بھی غیر اسلامی عائلی قوانین کے ساتھ ساتھ سُودی نظامِ معیشت کو جاری رکھنے کا فیصلہ بھی کیا ہے۔ ڈاکٹر اِسرار احمد نے سُود کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ سُود تو ایسی اُمّ الخبائث ہے جس کے نتیجہ میں سوائے ظلم اور استحصال کے اور کوئی شے برآمد نہیں ہو سکتی۔ آج دولت کے ارتکاز کا سب سے بڑا سبب یہی سُود ہے' جس نے پوری انسانیت سمیت ہمیں بھی اپنی گرفت میں جکڑ رکھا ہے۔

انہوں نے یاد دلایا کہ مرحوم ضیاء الحق کے نافذ کردہ شریعت آرڈیننس کو تو ایک اسلامی جماعت کے سربراہ نے انسدادِ شریعت آرڈیننس سے تعبیر کیا تھا جبکہ اس میں عائلی قوانین کو بھی شریعت کورٹ کے دائرے میں لانے کا اعلان موجود تھا اور سُودی نظام کو بھی غیر محدود تحفظ حاصل نہیں تھا' مگر اب نام نہاد شریعت ایکٹ کے نام سے غیر اسلامی قوانین کو تحفظ فراہم کرنے کی سرکاری کارروائی پر سب ہی دینی جماعتیں اور ممتاز علماء خاموش ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ نواز شریف کی مہارت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ شریعتِ اسلامی کا راستہ بھی بڑی مہارت اور دیدہ دلیری سے روک دیا گیا ہے' جبکہ اس کارروائی میں مولانا سمیع الحق سے لے کر قاضی حسین احمد اور عبدالستار نیازی جیسے لوگ استعمال کر لئے گئے اور یہی وجہ ہے کہ آئی جے آئی کا حلیف ہونے کی حیثیت سے آج یہ لوگ خاموش ہیں۔ انہوں نے کہا کہ صورتِ حال یہ ہے کہ گزشتہ ۴۵ سالہ تاریخ میں اس سے بڑا دھوکہ شریعت کے ساتھ نہیں ہوا جیسا دھوکہ اور فریب آج کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے وفاقی شرعی عدالت کے سابق چیف جسٹس گُل محمد خان کے بیان کا حوالہ دیا جس میں انہوں نے بڑے دھڑلے سے یہ کہا ہے کہ نفاذِ شریعت ایکٹ میں شریعت نام کی کوئی چیز موجود نہیں ہے جبکہ اس کے برعکس غیر شرعی چیزوں کی موجودگی بڑی نمایاں ہے۔

انہوں نے کہا کہ ہم نے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو تحفظ فراہم کرنے کے علاوہ کوئی اور مثبت کام سرانجام نہیں دیا' اسی لئے آج تک سِول بیوروکریسی' فوج اور جاگیرداروں کی تثلیث ہی ملک کی بالادست اور حکمران طاقت بنی ہوئی ہے۔ امیرِ تنظیم نے اپنے خطاب کے آخر میں کہا کہ جاگیرداری اور سرمایہ داری کو ختم کیے بغیر اسلامی نظامِ عدلِ اجتماعی کی برکات کا ظہور نہیں ہو سکتا جن کی تلاش ہی آج کی دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔

"سیر الی اللہ" کی بجائے "فرار الی اللہ" وقت کی ضرورت ہے

مخدوش حالات کی وجہ سے عوام کا اعتماد حکومت کے ساتھ ساتھ امن و امان قائم کرنے والے اداروں سے بھی اٹھ چکا ہے

(۲۸ر جون کے خطاب جمعہ کا پریس ریلیز)

لاہور: ۲۸ر جون۔ "ہمارے ہاں جو ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے اس کے ہدایت کاروں کو سٹیج کے لئے نئے اداکار شاید ابھی نہیں ملے' ورنہ سین کو بدلنے کا اس سے کہیں زیادہ جواز پیدا ہو چکا ہے جو مئی ۸۸ء اور اگست ۹۰ء میں موجود تھا"۔ یہ بات امیرِ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اِسرار احمد نے سفرِ حج سے واپسی پر جامع القرآن' ماڈل ٹاؤن میں اپنے خطابِ جمعہ میں ملک کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے کہا کہ بدامنی' بے چینی اور خوف و دہشت کی فضا ملک پر اس درجہ مسلّط ہے کہ گزشتہ دنوں وزیر اعظم کے اپنے شہر لاہور میں بھی دن دہاڑے ۱۳ افراد کو بہیمانہ طریقے سے ذبح کر دیا گیا۔ صوبہ سندھ میں تو عرصہ سے امن و چین کی فضا ختم ہو چکی ہے' مگر اب پنجاب جیسا صوبہ بھی' جو آئی جے آئی کا گڑھ ہے' اسی فضا کی لپیٹ میں آ چکا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ مخدوش حالات کی وجہ سے عوام کا اعتماد حکومت کے ساتھ ساتھ امن و امان قائم کرنے والے نام نہاد اداروں سے بھی اٹھ چکا ہے۔ اور حکومتِ وقت کے ہاں شرم نام کی کوئی شے موجود ہوتی تو وہ ان حالات کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے کبھی کی ازخود مستعفی ہو چکی ہوتی۔

انہوں نے کہا اگرچہ ملک میں آج تک انگریز کا عطا کردہ نظام جاری و ساری ہے' لیکن موجودہ حکومت نے نام نہاد شریعت ایکٹ کے ذریعے دستور پر قرآن و سنّت کی بالادستی کی بجائے پارلیمنٹ کی بالادستی کا اعلان کر کے شریعت ایکٹ کے ذریعے دستور پر قرآن و سنّت کی بالادستی کی بجائے پارلیمنٹ کی بالادستی کا اعلان کر کے شریعت کے نام پر شریعت کا راستہ روکنے کا "تاریخی کارنامہ" انجام دیا اور اسلام کے نام پر ووٹ لے کر برسرِاقتدار آنے والوں نے شریعت کے علمبردار سندھی سیاست دانوں کے ناک میں وہ نکیل ڈالی ہے کہ دنیا بھر میں اس پر تعریف و ستائش کے ڈونگرے برسائے جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے توجہ دلائی کہ ملک کے سیاسی منظر سے مذہبی جماعتیں یوں غائب ہو گئی ہیں جیسے ان کا وجود یہاں کبھی تھا ہی نہیں۔ اب تو اخبارات میں بھی ان کا ذکر نہیں ملتا۔

انہوں نے کہا کہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ شاید جمہوریت سے ملک کے حالات بہتر ہو جائیں گے مگر جمہوریت کی بحالی سے بھی حالات میں بہتری نہیں ہو سکی۔ آج ملک کی پارلیمانی سیاست

جس درجہ زبوں حالی سے دوچار ہے' اس کا اندازہ پنجاب اسمبلی میں ہونے والے اس مکمل واک آؤٹ سے ہوتا ہے جس کی مثال پارلیمانی تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ یہ بائیکاٹ ایک رُکنِ اسمبلی کی غیر قانونی کارروائی کی حمایت اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے خلاف تھا اور اس طرح قانون بنانے والوں نے خود اپنے ہاتھوں قانون کی مٹی پلید کی۔

امیر تنظیمِ اسلامی نے سندھ میں جام صادق حکومت کی طرف سے پیپلز پارٹی کے خلاف یکطرفہ انتقامی کارروائیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آج جس قسم کی سیاست کو جام سندھ میں فروغ دے رہا ہے' اس کا رنگ دیکھ کر خود سیاست بھی شرم سے پانی پانی ہو رہی ہے۔

ڈاکٹر اِسرار احمد نے کہا کہ ہمارے ملک میں پارلیمانی جمہوریت کا حلیہ جس طرح بگاڑا جا رہا ہے اسے دیکھ کر جمہوریت سے مایوسی پیدا ہو رہی ہے' جبکہ خود جمہوریت کو بھی اپنے مغربی پس منظر کے باعث اسلامی جمہوریت کا جامہ پہناتے ہوئے بڑی کتر بیونت کی ضرورت پڑتی ہے' کیونکہ مغربی جمہوریت عوامی حاکمیت اور پارلیمنٹ کی بالادستی کے ستونوں پر قائم ہے' جبکہ اسلام میں جمہوریت سے وہ شُورائیت مراد ہے جو حاکمیتِ الٰہی اور قرآن و سنّت کی بالادستی کے تحت محض ان اُمور میں استعمال ہوگی جن میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح احکام موجود نہیں۔ انہوں نے کہا کہ جمہوریت کی یہ تعریف اتنی اجنبی اور وضاحت کی اتنی زیادہ محتاج ہے کہ اس اصطلاح کو ترک کر کے اب احیائے خلافت کی بات کی جانی چاہئے جو اسلام کے سیاسی نظام کا اصل عنوان ہے۔ امیر تنظیمِ اسلامی نے کہا کہ اللہ نے بندوں کو زمین پر حکومت نہیں' بلکہ اپنی خلافت تفویض کی ہے۔ چنانچہ مسلمان جو حکومت بنائیں اسے حاکمیت کے اختیارات حاصل نہیں ہوتے۔

ڈاکٹر اِسرار احمد نے کہا کہ ملک کے اندرونی حالات کے ساتھ بیرونی سطح پر بھی ناسازگاری اتنی تیزی سے بڑھ رہی ہے کہ ہمارے پاس وقت کی زیادہ مہلت موجود نہیں۔ عراق کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کے بعد صیہونیت کا اگلا ہدف پاکستان ہے جو جوہری صلاحیت کی استعداد بھی رکھتا ہے اور سری نگر کی ڈل جھیل میں ایک سو اسرائیلیوں کی موجودگی بڑی معنی خیز ہے۔ انہوں نے کہا کہ تصوّف کی اصطلاح استعمال کی جائے تو اب "سیر الی اللہ" کا' یعنی قدم بقدم اللہ کی طرف لوٹنے کا وقت باقی نہیں رہا بلکہ ضرورت اب "فرار الی اللہ" کی' یعنی اپنے ربّ کی پناہ میں دوڑنے اور لپکنے کی ہے۔

اسلام کے سیاسی نظام کے لئے درست اصطلاح "جمہوریت" نہیں "خلافت" ہے

(۵ر جولائی کے خطاب جمعہ کا پریس ریلیز)

لاہور: ۵ر جولائی۔ "ہم اسلام کے سیاسی نظام کو جمہوریت کا نام دے کر مشکل میں گرفتار ہوتے جا رہے ہیں اور اب ضروری ہوگیا ہے کہ اسے اپنے درست نام خلافت سے پکارا جائے۔ یہ بات امیر تنظیمِ اسلامی ڈاکٹر اِسرار احمد نے باغِ جناح، مسجد دارالسلام میں خطابِ جمعہ میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ آئین میں آٹھویں ترمیم نے ہمارے سیاسی نظام کا حلیہ بگاڑ کر اسے پارلیمانی رہنے دیا نہ صدارتی۔ اس ترمیم کی وجہ سے فیصلہ کُن اختیارات صدرِ مملکت کو حاصل ہیں، لیکن ان پر ملکی معاملات کے حوالے سے کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی اور حکومتی و ملکی معاملات کا تمام تر کام وزیر اعظم کے سپرد ہے، جسے صدر صاحب جب چاہیں گھر بھیج سکتے ہیں۔ ڈاکٹر اِسرار احمد نے کہا کہ اسلام کی رُو سے نہ پارلیمانی جمہوریت ممنوع ہے اور نہ ہی صدارتی جمہوریت، تاہم دورِ خلافت راشدہ کے سیاسی نظام کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو صدارتی طرزِ حکومت ہی اس کے قریب تر محسوس ہوتا ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں اس موضوع پر بحث ہوئی ہی نہیں کہ ہمارا طرزِ حکومت پارلیمانی ہو یا صدارتی، کیونکہ انگریز کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کے بعد اس کی وراثت یعنی پارلیمانی نظامِ سیاست و حکومت کو ہم نے جوں کا توں سینے سے لگا لیا جسے اب ختم ہونا چاہئے۔

امیر تنظیمِ اسلامی نے کہا کہ عہدِ حاضر کی جدید اسلامی ریاست اور اسلام کے سیاسی نظام میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیتِ مطلقہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، جبکہ جمہوریت کا اصول عوام کی حاکمیت ہے اور چونکہ اسلام کے نزدیک انسانی حاکمیت کا تصور کُفر اور شرک کے مترادف ہے، لہٰذا اب ہمیں جمہوریت کی بجائے خلافت کی اصطلاح استعمال کرنی ہوگی کیونکہ جمہوریت کو مشرف بہ اسلام کر کے بھی "حاکمیتِ عامہ" کے تصوّر سے جان نہیں چھوٹتی۔ جمہوریت کا تصوّر مغرب کی پیداوار ہے اور اس لفظ کا ذکر قرآن و حدیث کے علاوہ ہماری اسلامی تاریخ میں بھی کہیں نہیں ملتا، جبکہ خلافت کی اصطلاح قرآن و حدیث میں بھی متعدد اسالیب میں استعمال ہوئی اور یہی خلافت اسلامی تاریخ کا دورِ زرّیں ہے، جو کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی بیسویں صدی کے آغاز تک ایک زندہ حقیقت تھی۔

امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ اگرچہ ہم خود ایک عرصے سے جمہوریت کی وکالت کر رہے تھے کہ بدترین جمہوریت بھی بہرحال اچھے سے اچھے مارشل لاء سے بہتر ہوتی ہے، مگر اب

جمہوریت کی آڑ میں ڈاکٹر جاوید اقبال جیسے دانشور بھی پارلیمنٹ کی حاکیت کا عَلَم لے کر اٹھ کھڑے ہوئے ہیں، حالانکہ ان کے والدِ محترم علامہ اقبال نے پارلیمنٹ کی حاکیت کے تصور کی کامل نفی کرتے ہوئے واضح اور دو ٹوک انداز میں کہا تھا کہ ؎

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی، باقی بتانِ آزری!

اسلام کی رُو سے انسان سرے سے حاکیت کا حق ہی نہیں رکھتا، بلکہ اسے اللہ تعالیٰ نے خلافت کا منصب عطا کر کے دنیا میں بھیجا ہے۔ نظامِ خلافت میں خلیفہ خود حاکم نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات کا پابند ہوتا ہے البتہ ایسے معاملات میں، جہاں اللہ نے اپنی حکمت سے ہمارے لئے گنجائش پیدا کر رکھی ہے، وہاں ہمیں باہمی مشورے سے اپنے حقِ نیابت کو بروئے کار لانا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ خلافت کسی شخصی یا گروہی حکومت کا نام نہیں ہے، بلکہ آج کے جدید تصوّرات کے مطابق ہی لوگ ووٹ کے ذریعے اپنے حکمرانوں کا انتخاب کریں گے۔ خلافتِ راشدہ میں خاندانی اور موروثی سیاست کا نام تک نہیں تھا اور وہاں خلیفہ کا تقرر کسی نہ کسی انداز میں عوامی مشورے کے بعد ہی عمل میں آتا تھا۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ پارلیمانی طرزِ حکومت میں عوام اپنے حقِ خلافت کو چند سو نمائندوں کو تفویض کریں گے جو آگے اپنے میں سے کسی کو وزیر اعظم منتخب کر کے اس پر ذمّہ داری ڈال دیں گے۔ صدارتی طرزِ حکومت میں عوام اپنا حق رائے دہی استعمال کرتے ہوئے خلافت کی یہی نیابت ایک شخص کو سونپ دیں گے، جسے اگر مسلمانوں کا صدر کہا جا سکتا ہے تو خلیفۃ المسلمین کہنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے وضاحت کی کہ اب کسی مسلمان ملک میں قائم ہونے والی خلافت کو نہ خلافتِ راشدہ پر قیاس کیا جا سکتا ہے جو خلافت علی منہاج النبوّۃ اور درحقیقت دورِ نبویؐ ہی کا تتمہ اور ضمیمہ تھی اور نہ اسے اُموی یا عبّاسی یا عثمانی خلافت سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جو شخصی یا خاندانی اقتدار کی علامت تھیں۔ جمہوریت کی جگہ لینے والی ہماری خلافت ان دونوں سے مختلف اور دراصل خلافتِ عامّہ ہوگی۔

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے اشاعت کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حُرمتی سے محفوظ رکھیں۔

مسلمان خواتین کے دینی فرائض

حلقۂ خواتین تنظیمِ اسلامی لاہور کے اجتماعِ عام میں

امیر تنظیمِ اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا خطاب

خطبۂ مسنونہ کے بعد امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اجتماعِ خواتین میں شرکت کے لئے تشریف لانے والی خواتین کو خوش آمدید کہا اور دعا فرمائی کہ وہ جن نیک جذبات کے ساتھ اجتماع میں شریک ہو رہی ہیں اللہ تعالیٰ ان میں انہیں استقامت اور ترقی عطا فرمائے۔ بعد ازاں امیر محترم نے "مسلمان خواتین کے دینی فرائض" کے موضوع پر گفتگو فرمائی۔

دینی فرائض کے جامع تصوّر کی اہمیت

دینی فرائض کے جامع تصور کی اہمیت یہ ہے کہ اگر انسان کو یہ معلوم نہ ہو کہ میرا رب مجھ سے کیا چاہتا ہے اور میرے دین کا مجھ سے کیا مطالبہ ہے تو وہ ان دینی فرائض کی ادائیگی کے قابل نہ ہو سکے گا جو اس پر عائد ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر فرائضِ دینی کے بارے میں ہمارا تصوّر ناقص یا نامکمل ہو، یعنی بعض فرائض تو معلوم ہوں اور انہیں ہم ادا بھی کر رہے ہوں، لیکن بعض فرائض کا ہمیں علم ہی نہ ہو تو ظاہر ہے کہ وہ ہم ادا نہیں کر سکیں گے۔ اس طرح اس بات کا شدید اندیشہ ہے کہ اگرچہ اپنی جگہ ہم یہ سمجھ رہے ہوں کہ ہم نے تو اپنے تمام فرائض ادا کئے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہاں ہمیں بتایا جائے کہ تمہاری ذمہ داریاں صرف وہی نہیں تھیں کہ جو تم نے پوری کی ہیں بلکہ مزید بھی تھیں، اور ان کے ضمن میں چونکہ ہمیں علم ہی حاصل نہیں تھا، لہٰذا ان سے متعلق ہماری کارگزاری صفر ثابت ہو اور ہم اپنے تمام تر خلوص اور محنت کے باوجود ناکام قرار پائیں۔

اس مسئلے کا ایک دوسرا رُخ بھی قابلِ توجہ ہے' جو خواتین کی ذمہ داریوں کے ضمن میں خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک دوسرا امکان یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے ذمے خوامخواہ ایسی ذمہ داریاں لے لیں جو ہمارے دین نے ہم پر عائد نہ کی ہوں۔ یہ بات بھی اتنی ہی خطرناک' مضر اور نقصان دہ ہے جتنی کہ پہلی بات۔ کیونکہ انسان کا جذبۂ عمل بسا اوقات حد سے تجاوز کر جاتا ہے تو وہ غلط رُخ اختیار کر لیتا ہے۔ اس کی بہت اہم مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً نیکی کا جذبہ ہی دنیا میں رہبانیت جیسے خلافِ فطرت نظام کو وجود میں لانے کا سبب بنا' جس نے بالآخر ایک بُرائی کی شکل اختیار کر لی اور بہت سے منکرات کو جنم دیا اور اُس کے نتائج بہت ہی منفی اور خوفناک ہوئے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا یہ واقعہ بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ تین صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) جن پر عبادت گزاری' زُہد اور تقویٰ کا بہت زیادہ غلبہ ہو گیا تھا' انہوں نے ازواجِ مطہراتؓ سے آنحضرتؐ کی نفلی عبادات کے متعلق پوچھا کہ آپؐ رات کو کتنی دیر تک نماز پڑھتے ہیں اور مہینے میں کتنے نفلی روزے رکھتے ہیں؟ ازواجِ مطہراتؓ نے انہیں آنحضورؐ کے نفلی اعمال کی جو کیفیت بتائی وہ انہیں اپنے تصوّر اور گمان کے مطابق بہت کم نظر آئی۔ تاہم انہوں نے یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دی کہ کہاں ہم اور کہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ تو معصوم ہیں' آپؐ سے تو کسی گناہ کا صدور ہو ہی نہیں سکتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ کی مغفرت کا وعدہ ہو چکا' لہٰذا آپؐ کے لئے تو اتنی عبادت کفایت کرے گی' لیکن ہمارے لئے یہ کافی نہیں ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک صحابیؓ نے کہا کہ میں تو ساری رات نماز پڑھا کروں گا اور اپنی پیٹھ بستر سے نہیں لگاؤں گا۔ دوسرے نے طے کیا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کسی دن بھی ناغہ نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں گھر گرہستی کا کھکھیڑ مول نہیں لوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔ ان کی یہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچیں تو آپؐ نے انہیں طلب فرما کر بڑی ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "کیا تم وہ لوگ ہو جنہوں نے ایسی باتیں کہی ہیں؟ اللہ کی قسم' میں تم میں اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں اور سب سے زیادہ اس کا تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں' لیکن میں کبھی (نفلی) روزہ رکھتا ہوں اور کبھی نہیں رکھتا' اور میں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں' اور میں عورتوں سے شادیاں

بھی کرتا ہوں۔ پس (جان لو کہ) جسے میری سنّت پسند نہیں' اس کا مجھ سے کوئی تعلّق نہیں"۔ یہ حدیث متّفق علیہ ہے اور اسے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

حدیث کے آخری الفاظ: "فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي" (پس جسے میری سنّت پسند نہیں اُس کا مجھ سے کوئی تعلّق نہیں!) بہت جامع الفاظ ہیں۔ اور ان کی روشنی میں ہمیں زندگی کے ہر موڑ اور ہر گوشے میں یہ دیکھنا چاہئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل کیا تھا۔ خواتین کی دینی ذمّہ داریوں کے ضمن میں ہمیں صحابیاتؓ' خصوصاً ازواجِ مطہراتؓ کی زندگیوں اور ان کے طرزِ عمل کو پیشِ نظر رکھنا ہوگا۔ اس لئے کہ خواتین کے لئے آنحضورؐ کا جو اُسوۂ مبارکہ ہے وہ ہم تک ازواجِ مطہراتؓ ہی کے ذریعے سے پہنچا ہے اور آپؐ نے عام طور پر صحابیات (رضی اللہ عنہن) کو جو بھی ہدایات دیں وہ امّت کی خواتین کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

انسان جب اپنے ذمّے خوامخواہ اپنی ذمّہ داری سے بڑھ کر ذمّہ داری لے لیتا ہے تو اُس کے جو مُضر اور منفی اثرات مرتّب ہوتے ہیں' اس کے لئے میں موجودہ دَور سے ایک مثال پیش کر رہا ہوں۔ آج پوری دنیا میں مختلف جماعتوں اور تحریکوں کے ذریعے اسلامی انقلاب اور اقامتِ دین کے لئے ایک جدّوجہد اور سعی و کوشش ہو رہی ہے۔ ایسی تحریکوں کے فکر میں بعض اوقات ایک بنیادی غلطی یہ پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اللہ کے دین کو غالب کرنے کو اپنی ذمّہ داری سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اللہ کے دین کو غالب کر دینا ہماری ذمّہ داری نہیں ہے' بلکہ ہماری ذمّہ داری یہ ہے کہ ہم اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لئے اپنی بھرپور کوشش اور امکان بھر سعی و جہد کریں اور اس راستے میں اپنے تمام وسائل و ذرائع اور صلاحیتیں اور استعدادات کو صَرف کر دیں۔ لیکن اگر ہم یہ سمجھ لیں گے کہ ہمیں یہ کام بہرطور کر کے رہنا ہے تو اس سے ہمارے طرزِ عمل میں یہ کجی پیدا ہو سکتی ہے کہ اگر صحیح راستے سے کام نہیں ہو پا رہا تو ہم کسی غلط راستے کو اختیار کر لیں۔ چنانچہ ذمّہ داری کا یہ غلط تصوّر بہت سی تحریکوں کے غلط رُخ پر پڑ جانے کا سبب بن گیا ہے۔ لہٰذا جہاں ہمیں یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ ایک مسلمان کی دینی ذمّہ داریاں کیا ہیں اور ہمیں کوشش کرنی ہے کہ اُن میں سے کوئی ذمّہ داری ہمارے علم اور تصوّر

سے خارج نہ رہ جائے' وہیں ہماری یہ کوشش بھی ہونی چاہئے کہ ہم خوامخواہ ایسی ذمہ داریاں مول نہ لے لیں جو اللہ تعالیٰ نے ہم پر عائد نہ کی ہوں۔

"مسلمان خواتین کے دینی فرائض" سے متعلق مجھ سے بارہا سوالات کئے گئے ہیں۔ حال ہی میں چند ایسے خطوط بھی موصول ہوئے ہیں جن میں اس موضوع سے متعلق بڑے تفصیلی سوالات کئے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان سوالات کے اس قدر شدومد سے پیدا ہونے کا سبب یہ ہے کہ ہمارے ملک میں ایک مخصوص دینی جماعت کے حلقۂ خواتین کی سرگرمیاں لوگوں کے سامنے ہیں اور بہت سی خواتین یہ جاننا چاہتی ہیں کہ یہ سرگرمیاں کس حد تک دین کے مطابق اور اس کے مزاج سے ہم آہنگ ہیں۔ اور ان میں کہیں دین کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داریوں سے تجاوز تو نہیں ہو رہا؟ میں کوشش کروں گا کہ آج کی گفتگو میں ان تمام سوالات کے جوابات بھی آ جائیں۔ اس گفتگو میں میں اس موضوع سے متعلق اپنے غور و فکر کا حاصل پیش کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جو بھی صحیح' معتدل' متوازن اور کتاب و سنت سے موافق ترین اور قریب ترین راستہ ہو' وہ اس کی جانب میری رہنمائی فرمائے اور مجھے اُسے بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے!!

اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کے ضمن میں ایک مسلمان کے پیشِ نظر ہمیشہ یہ اُصول رہنا چاہئے کہ اللہ نے اس پر کون کون سی ذمہ داریاں عائد کی ہیں۔ جب انسان اپنی اصل ذمہ داری سے بڑھ کر کوئی ذمہ داری اپنے سر لے لے تو ایک خطرہ یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کہیں وہ اس انجام سے دوچار نہ ہو جائے جس کا ذکر سورۃ النساء میں "نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى" کے الفاظ میں آیا ہے۔ یعنی اُس نے جو راستہ خود ہی اختیار کر لیا' پھر اللہ تعالیٰ اُسے اُسی کے حوالے کر دیتا ہے۔ اور پھر اللہ کی تائید اور نُصرت شاملِ حال نہیں رہتی۔ چنانچہ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اللہ کی طرف سے ہم پر کیا فرائض اور ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں۔ حقوق اللہ کے ضمن میں کن کن حقوق کی ادائیگی ہمارے ذمہ ہے' اور ہمارے نفس کے وہ حقوق کون سے ہیں جو اللہ نے معیّن کر دیئے ہیں اور وہ ہمیں ادا کرنا ہیں۔ اللہ نے اُس کے لئے جو چیزیں حلال فرمائی ہیں' انہی پر ہمیں اکتفاء کرنا ہے۔ اگر ہم اپنے طبعی یا جبلی تقاضوں کی پیروی کریں گے تو ہو سکتا ہے کہ ہم حلال سے آگے بڑھ کر

حرام میں منہ مار لیں۔ اسی طرح انسانوں میں سے بھی جس کا جو حق اللہ نے معیّن کر دیا ہے، وہ ہمیں ادا کرنا ہے۔ اگر یہ اُصول پیشِ نظر رہے تو راستہ سیدھا، صاف اور محفوظ رہے گا، لیکن اگر ہم نے اس میں اپنی پسند، ذوق، جذبے، خیالات اور تصوّرات کو اپنا امام بنا لیا تو پھر ہم خدانخواستہ "نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى" کا مصداق بن سکتے ہیں اور پھر اس میں شدید اندیشہ ہے کہ آیت کے اگلے الفاظ "وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا" جیسے ہولناک انجام سے دوچار ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس انجامِ بد سے بچائے!

دینی فرائض کی تین سطحیں ۔ سہ منزلہ عمارت کی تشبیہ

فرائضِ دینی کے جامع تصوّر کی وضاحت کے لئے میں ایک سہ منزلہ عمارت کی تشبیہ دیا کرتا ہوں، جس سے واقعتہً اس جامع تصوّر کو سمجھنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ اس تشبیہ کی مدد سے میں فرائضِ دینی کا جامع تصوّر پہلے عمومی الفاظ میں مردوں کے اعتبار سے بیان کروں گا۔ پھر مجھے اُس کے ایک ایک جزو کے حوالے سے بات کرنی ہے کہ کہاں کہاں وہ فرائض مردوں کی مانند خواتین پر بھی جوں کے توں عائد ہوتے ہیں اور کہاں کہاں اُن میں فرق و تفاوت ہے۔ اب آپ ایک ایسی سہ منزلہ عمارت کا نقشہ ذہن میں لائیں جو چار ستونوں پر قائم ہے۔ اس کی پہلی منزل (Ground Floor) پر صرف یہی چار ستون نظر آتے ہیں اور کوئی دیواریں وغیرہ نہیں ہیں ... لیکن ظاہر ہے کہ ان ستونوں کے نیچے ایک بنیاد (Foundation) ہے جس کے اوپر یہ چاروں ستون کھڑے ہیں۔ ایک مناسب بلندی پر اس عمارت کی پہلی چھت موجود ہے، جس سے پہلی منزل مکمل ہوتی ہے۔ اس کے اوپر دوسری منزل ہے، جہاں پر عمارت تو ان چاروں ستونوں پر ہی قائم ہے مگر دیواریں تعمیر ہو جانے کی وجہ سے ستون نظر نہیں آتے، بلکہ دیواروں کے اوپر دوسری چھت نظر آ رہی ہے۔ اسی طرح اس کے اوپر تیسری منزل ہے، جس کی دیواروں پر تیسری چھت نظر آ رہی ہے۔ اس عمارت کے نقشے میں ایک ترتیب اور نسبت و تناسب بھی ذہن میں قائم کر لیں کہ بلندی کے اعتبار سے ہم اوپر سے نیچے کی طرف آئیں گے۔ یعنی تیسری منزل سب سے بلند ہے، دوسری منزل اُس سے کم بلند ہے اور پہلی اُس سے بھی کم۔ لیکن اہمیت کے اعتبار سے پہلی منزل سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے، کیونکہ جب

تک پہلی منزل ہی قائم نہ ہو، دوسری منزل تعمیر نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح دوسری منزل کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد ہی تیسری منزل بن سکتی ہے۔ اس عمارت میں اہم ترین شے اس کی بنیاد (Foundation) ہے، جس پر ساری عمارت کی مضبوطی کا دارومدار ہے۔ بنیاد کے بعد سب سے زیادہ اہمیت کے حامل وہ چار ستون ہیں جو اس ساری عمارت کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ اگر یہ ستون مضبوط ہوں گے تو اوپر کی پوری عمارت بھی مضبوط ہوگی اور اگر یہ کمزور ہوں گے تو اوپر کی ساری عمارت بھی کمزور رہ جائے گی۔

یہ سہ منزلہ عمارت ہمارے دینی فرائض کے جامع تصوّر کی نقشہ کشی کر رہی ہے۔ اس عمارت کی بنیاد ایمان و یقین ہے، جس کی پختگی پر عمارت کی مضبوطی کا دارومدار ہے۔ یہ بنیاد جتنی مضبوط اور گہری ہوگی، اوپر کی عمارت اسی قدر مضبوط ہوگی۔ اور اگر یہ بنیاد ہی کمزور اور بودی ہے تو اوپر کی عمارت کے لئے اگرچہ آپ نے بہت اچھا میٹریل استعمال کیا ہو اور اس کی ظاہری ٹیپ ٹاپ پر بھی بہت توجّہ دی ہو، یہ پوری عمارت کمزور رہے گی ---- اس بنیاد پر جو چار ستون قائم ہیں وہ چار اہم عبادات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کو عطا فرمائیں۔ یعنی (i) نماز، (ii) روزہ، (iii) زکوٰۃ اور (iv) حج ---- قرآن مجید میں نماز کے بعد ہمیشہ زکوٰۃ کا ذکر آتا ہے: "وَاَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ"۔ لیکن یہاں میں نے ان کی ترتیب اس اعتبار سے ذرا بدل دی ہے کہ ان میں سے پہلی دو عبادات یعنی نماز اور روزہ تو ہر مسلمان پر فرض ہیں، جبکہ دوسری دو عبادات یعنی زکوٰۃ اور حج صاحبِ استطاعت لوگوں پر فرض ہیں ---- بہرحال یہ چاروں عبادات اُن چار ستونوں کی مانند ہیں جن پر اس عمارت کی چھتیں کھڑی ہیں۔ پہلی چھت کو آپ اسلام، اطاعت، تقویٰ یا عبادتِ ربّ کا نام دے سکتے ہیں۔ یعنی اس سطح پر انسان اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کر دے، صحیح معنوں میں اللہ کا بندہ بنے اور اپنے مقصدِ تخلیق کو پورا کرے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ "میں نے جنّوں اور انسانوں کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں"۔ یہ اطاعت، تقویٰ اور عبادت اپنی بلندی کو پہنچ جائیں تو یہ درجۂ احسان ہے۔ یعنی یقین کی یہ کیفیت پیدا ہو جائے کہ جیسے بندہ اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو۔ تو یہ ہے اس عمارت کی پہلی چھت۔

اس کے بعد دوسری منزل یہ ہے کہ انسان اب اسی چیز کی دوسروں کو دعوت دے' اللہ کے پیغام کو عام کرے' اللہ کے کلام کو لوگوں تک پہنچانے کی سعی و جہد کرے' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دے' فریضہ "شہادت علی النّاس" کی ادائیگی پر کمربستہ ہو' یعنی لوگوں پر حجت قائم کردی جائے کہ لوگ قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکیں کہ پروردگار ہم تک تو تیرا حکم پہنچا ہی نہیں' تیری ہدایت ہم تک کسی نے پہنچائی ہی نہیں۔ یہ دوسری منزل ہے۔

اس عمارت کی تیسری منزل جو بلند ترین ہے' وہ "اقامتِ دین" کی منزل ہے۔ اسی کے لئے "اسلامی انقلاب" اور "تکبیرِ ربّ" کی اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں۔ یعنی اللہ کے دین کو ایک مکمل نظامِ زندگی کی حیثیت سے قائم اور رائج کردیا جائے اور اللہ کی کبریائی کا نظام بالفعل قائم ہو جائے' جسے حدیث میں فرمایا گیا: لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا "تاکہ اللہ ہی کا کلمہ سب سے بلند ہو جائے"۔ تمام جھنڈے نیچے اور اللہ کا جھنڈا سب سے اونچا ہو جائے' تمام باتیں نیچی اور اللہ کی بات سب سے اونچی ہو جائے۔ اللہ کا حکم ہر سطح پر جاری و ساری ہو جائے۔ پارلیمنٹ میں بھی اُسی کا حکم چل رہا ہو اور سپریم کورٹ میں بھی اُسی کے قانون کے مطابق فیصلے ہو رہے ہوں۔ غرضیکہ پورا نظام اس کے تابع ہو جائے۔ اس مقصد کے لئے محنت' کوشش' جدوجہد' ایثار' مال خرچ کرنا' جان کھپانا' اور اس راہ میں جہاد و قتال کے مراحل طے کرنا' یہاں تک کہ اپنی جان کی بازی لگا دینا تیسری اور بلند ترین منزل ہے۔

مرد و عورت کے دینی فرائض میں فرق و تفاوت

(ا) پہلی منزل : قریباً یکساں ذمہ داریاں

کوئی بھی مرد یا عورت جو کسی اسلامی تحریک سے وابستہ ہے' اسے ان باتوں سے کماحقہٗ واقف ہونا چاہئے۔ البتہ ذمّہ داریوں کے اعتبار سے مرد اور عورت میں جو فرق و تفاوت ہے وہ میں بیان کئے دیتا ہوں۔ دینی فرائض کے جامع تصوّر کی جو عمارت ہمارے پیشِ نظر ہے اس کی پہلی منزل بنیاد کے علاوہ چار ستونوں اور پہلی چھت پر مشتمل ہے۔

بنیاد اگرچہ عمارت شمار نہیں ہوتی، لیکن اہمیت کے اعتبار سے وہ سب سے بڑھ کر ہے۔ اس پہلی منزل کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس سطح پر عورتوں اور مردوں کے فرائض یکساں ہیں۔ اگر کوئی فرق ہے تو وہ بہت ہی معمولی ہے۔ ایمان ہر مرد و عورت کی نجات کے لئے لازم ہے۔ سورۃ العصر اور سورۃ التین میں "اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" کے الفاظ عمومی نوعیت کے ہیں اور ان میں مرد و عورت کی کوئی تفریق نہیں۔ سورۃ النساء کی آیت ۱۲۴ میں صراحت کے ساتھ فرما دیا گیا کہ جو کوئی بھی عملِ صالح کی روش اختیار کرے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اور وہ مومن بھی ہو، تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے! گویا ایمان ہر مسلمان مرد و عورت کا فرضِ اوّلین ہے۔ اس کے بعد نماز ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ اسی طرح روزہ بھی ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی جس طرح صاحبِ نصاب مردوں پر فرض ہے اسی طرح صاحبِ نصاب عورتوں پر فرض ہے۔ حج کے لئے زادِ راہ میسّر ہو تو یہ بھی مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے، البتہ اس کے لئے عورت کے ساتھ محرم کا ہونا ضروری ہے۔ پھر یہ کہ اللہ کے تمام احکامات اور اس کی طرف سے عائد کردہ حلال و حرام کی پابندیاں مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے ہیں۔ الغرض اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور بنیادی فرائض کی ادائیگی دونوں کے ذمّہ ہے۔ یہ تمام چیزیں دونوں میں مشترک ہیں۔

اس ضمن میں مرد و عورت کے فرائض میں جو معمولی سا فرق ہے، اس کے لئے میں آپ کے سامنے نماز کی مثال رکھ رہا ہوں۔ مردوں کے لئے حکم ہے کہ وہ مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کریں، اِلّا یہ کہ کوئی عذر ہو، جبکہ خواتین کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ان کے لئے فرمایا گیا ہے کہ عورت کی نماز مسجد کے مقابلے میں اپنے گھر میں افضل ہے۔ گھر میں بھی صحن کے مقابلے میں دالان میں، اور دالان کے مقابلے میں کسی کمرے کے اندر افضل ہے اور کمرے کے اندر بھی اگر کوئی کوٹھڑی ہے (جیسا کہ پہلے زمانے میں بنائی جاتی تھیں) تو اس میں نماز ادا کرنا افضل ترین ہے۔ البتہ جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں استثناء رہا ہے۔ اس لئے کہ اُس زمانے میں تعلیم و تلقین کے اور ذرائع نہیں تھے۔ نہ کتابیں اور رسالے تھے، نہ کیسٹس تھیں۔ لہٰذا عیدین اور جمعہ کی نمازوں کے ساتھ جو خطبہ ہے وہی تعلیم کا واحد ذریعہ تھا۔ چنانچہ حضورؐ نے خواتین کو ان خطبات میں شرکت

کی ترغیب دی کہ وہ ضرور شرکت کریں' تاکہ وہ تعلیم و تلقین سے محروم نہ رہ جائیں۔ دورِ نبویؐ میں خواتین کو نماز کے لئے اگرچہ مسجد میں آنے کی بھی اجازت تھی' تاہم انہیں ترغیب یہی دی گئی کہ اپنے گھروں میں نماز کی ادائیگی ان کے لئے افضل ہے اور گھر کے مخفی ترین حصہ میں نماز کا اجر و ثواب مزید بڑھ جائے گا۔

بہرحال اس پہلی منزل تک مسلمان مرد و عورت کے فرائض میں کوئی بڑا فرق قطعاً نہیں ہے اور ان ذمہ داریوں میں مسلمان مرد و عورت دونوں یکساں ہیں۔ اس ضمن میں سورۃ الاحزاب کی تین آیات ملاحظہ ہوں۔ ان آیات میں ازواج مطہراتؓ سے خطاب فرمایا گیا ہے۔ پہلی آیت کا تعلق ایمان کی تحصیل سے ہے' جو مرد و عورت دونوں کا اوّلین فرض ہے۔ حقیقی یا شعوری ایمان کا منبع و سرچشمہ صرف اور صرف قرآن حکیم ہے۔ چنانچہ اس کے پڑھنے پڑھانے' سیکھنے سکھانے' اس پر غور و تدبّر' اور اس کی تلاوت سے انسان کے اندر ایمان پیدا ہوتا ہے۔ تو پہلی آیت میں فرمایا گیا:

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ○

"اور ذکر کرتی رہا کرو ان چیزوں کا جو تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت میں سے تلاوت کی جا رہی ہوں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت ہی باریک بین اور باخبر ہے"۔

یہ آنحضورؐ کی ازواجِ مطہراتؓ سے خطاب ہے' جن کے گھروں میں وحی نازل ہوتی تھی اور حضورؐ وہاں قرآن حکیم کی آیات پڑھ کر سناتے تھے اور حکمت کی تعلیم دیتے تھے۔ حکمت کا سب سے بڑا خزانہ بھی خود قرآن حکیم ہے۔ مزید برآں آپؐ احادیث کی صورت میں قرآن حکیم کی وضاحت فرماتے تھے۔ تو احادیثِ نبویہؐ بھی دراصل حکمت کے عظیم موتی ہیں۔ گویا ان آیات میں سب سے پہلا جو حکم دیا جا رہا ہے وہ قرآن و حدیث کا تذکرہ' مذاکرہ' ان کی درس و تدریس' ان کا پڑھنا پڑھانا اور سیکھنا سکھانا ہے۔ اس لئے کہ ایمان کا دارومدار اسی پر ہے۔ اسی سے یقین کی دولت ملے گی۔ اسی سے ہمارے ایمان میں گہرائی اور گیرائی پیدا ہوگی اور اسی سے ایمان میں استحکام اور پختگی پیدا ہوگی۔ لہٰذا یہ پہلا کام ہے جو ہر عورت کو کرنا ہے اور آپ میں سے ہر ایک کو اسے اپنی اوّلین ذمہ داری

سمجھنا چاہئے۔ ہم اگر اس کی فکر نہیں کریں گے اور دعوت و تبلیغ میں لگ جائیں گے تو یہ بھی درحقیقت ترتیب کے اعتبار سے بات غلط ہو جائے گی۔ ترتیب کے اعتبار سے ہر مسلمان مرد اور عورت کو اپنا پہلا فرض یہ سمجھنا چاہئے کہ اسے اپنے ایمان کو مستحکم کرنا ہے' اُس میں زیادہ سے زیادہ گہرائی پیدا کرنی ہے اور زیادہ سے زیادہ شعور کا عنصر شامل کرنا ہے۔ مرد یا عورت ہونے کے اعتبار سے اس میں کوئی فرق و تفاوت نہیں ہے۔

اب اگلی آیت کی طرف آیئے۔ وہ صفات جو اسلام مسلمان مرد و عورت سے طلب کرتا ہے انہیں قرآن مجید میں عام طور پر مذکر کے صیغوں میں بیان کر دیا جاتا ہے' اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ بر سبیلِ تغلیب ایک بات جب مردوں کے بارے میں بیان کر دی جائے تو عورتوں کے بارے میں وہ ازخود بیان ہو جاتی ہے۔ لیکن اس مقام پر ایک ایک لفظ کو خاص طور پر دہرا دہرا کر مردوں اور عورتوں کے لئے علیٰحدہ علیٰحدہ لایا گیا تاکہ واضح ہو جائے کہ ان اوصاف اور خصوصیات کے اعتبار سے مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ○

"یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں' مومن مرد اور مومن عورتیں' فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں' راست باز و راست گو مرد اور راست باز و راست گو عورتیں' صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں' عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں' صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں' روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اپنی شرمگاہوں (اور عفت و عصمت) کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں' اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں' بیشک اللہ تعالیٰ نے ان سب کے لئے مغفرت اور اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے"۔

اس آیۂ مبارکہ میں دس صفات مردوں اور عورتوں کے لئے الگ الگ دہرا کر بیان کی گئی ہیں۔

(۱) اَلْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ: "مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں"۔ یعنی اللہ کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کر دینے والے مرد اور عورتیں۔

(۲) اَلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ: "اہلِ ایمان مرد اور اہلِ ایمان عورتیں"۔ یعنی اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی نازل کردہ کتابوں، اس کے بھیجے ہوئے رسولوں اور آخرت پر ایمان رکھنے والے مرد اور عورتیں۔

(۳) الْقٰنِتِیْنَ والْقٰنِتٰتِ: "فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں"۔ جب کوئی غلام اپنے آقا کے سامنے دست بستہ جھک کر کھڑا ہوتا تھا کہ جیسے ہی کوئی حکم ملے اسے بجا لائے تو اس کی یہ حالت "قنوت" کہلاتی تھی۔ نماز میں دعائے قنوت وہ دعا ہے جو کھڑے ہو کر مانگی جاتی ہے، ورنہ عام طور پر دعائیں قعدہ میں تشہد اور درود شریف کے بعد بیٹھ کر ہی مانگی جاتی ہیں۔

(۴) الصّٰدِقِیْنَ والصّٰدِقٰتِ: "راست باز و راست گو مرد اور راست باز و راست گو عورتیں"۔ جو بات کے بھی سچے ہوں اور عمل کے لحاظ سے بھی سچے ہوں۔

(۵) اَلصّٰبِرِیْنَ والصّٰبِرٰتِ: "صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں"۔ صبر کا مفہوم بہت جامع ہے۔ صبر معصیت پر بھی ہے کہ گناہ سے خود کو روکا جائے۔ صبر اطاعت پر بھی ہے کہ جو حکم بھی ملے اسے بجا لایا جائے۔ مثلاً چاہے شدید سردی ہے اور گرم پانی میسّر نہیں ہے تو ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے نماز پڑھی جائے۔ اس لئے کہ نماز فرض ہے اور اس کے لئے وضو شرط ہے۔ پھر یہ کہ اسلام پر چلنے میں جو تکالیف اور مشکلات پیش آئیں انہیں برداشت کرنا بھی صبر ہے۔

(٦) اَلْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ: "عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں"۔ یعنی اللہ کے سامنے عجز کا اظہار کرنے والے اور اس کے آگے جھک جانے والے مرد اور عورتیں۔ "خشوع" جھکاؤ یا فرمانبرداری کی کیفیت کو کہتے ہیں۔

(۷) اَلْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ: "صدقہ و خیرات کرنے والے مرد اور صدقہ و خیرات کرنے والی عورتیں"۔ یعنی جو اللہ کی رضاجوئی کے لئے اپنا پیٹ کاٹ کر دوسروں پر خرچ کرتے ہیں۔ صدقہ و خیرات میں زکوٰۃ بھی شامل ہے جو ہر صاحبِ نصاب پر فرض ہے، اور دیگر نفلی صدقات بھی!

(۸) اَلصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ: "روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں"۔ نوٹ کیجئے کہ ان صفات میں ایمان کے علاوہ نماز، روزہ اور زکوٰۃ جیسے ارکانِ اسلام بھی آ گئے ہیں۔

(۹) اَلْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ: "اپنی شرمگاہوں (اور عصمت و عفّت) کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں"۔ عفّت و عصمت کی حفاظت مرد اور عورت دونوں کے لئے ضروری ہے اور اس ضمن میں اسلام دونوں پر یکساں پابندیاں عائد کرتا ہے۔

(۱۰) اَلذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ: "اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور (اللہ کا کثرت سے) ذکر کرنے والی عورتیں"۔

اگلی آیت میں آخری بات دو ٹوک انداز میں بیان فرما دی گئی جو اس پہلی منزل کا خلاصہ اور لب لباب ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ○

"اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسولؐ (ان کے بارے میں) کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو پھر بھی اُن کے پاس اس بات میں کوئی اختیار باقی رہ جائے۔ اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا"۔

یعنی مسلمان اور مومن مردوں اور عورتوں کا طرزِ عمل تو یہ ہوتا ہے کہ جب کسی معاملے میں اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم یا فیصلہ آ گیا تو اب ان کے اپنے انتخاب یا اختیار کی

کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اور اگر کوئی اس کے برعکس رویّہ اختیار کرتا ہے تو یہی معصیت اور نافرمانی ہے اور حقیقت کے اعتبار سے کُفر ہے اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کی روش اختیار کریں گے' خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں' تو وہ پھر بڑی صریح گمراہی کے اندر مبتلا ہو گئے۔ یہ گویا کہ اسلام' اطاعت اور عبادت کا لُبِّ لباب ہے۔ اسلام کیا ہے؟ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کے آگے سرِ تسلیم خم کر دینا! اطاعت کیا ہے؟ اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری! عبادت کیا ہے؟ ہمہ تن اور ہمہ وقت اللہ ہی کا بندہ بن جانا!! ان تمام چیزوں میں کانٹے کی بات یہ ہے کہ جہاں اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم آگیا وہاں ہمارا اختیار ختم! ہاں اگر کسی معاملے میں اللہ اور اس کے رسولؐ کا واضح حکم موجود نہیں تو گویا کہ اللہ نے ہمیں یہ اختیار دے دیا ہے کہ یہاں ہم اپنی مرضی' فہم' ذوق اور مزاج کے مطابق معاملہ طے کر لیں۔ لیکن جہاں دو ٹوک حکم آچکا ہو **(اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا)** پھر بھی انسان یہ سمجھے کہ میرے پاس کوئی اختیار یا option ہے تو یہ گویا کہ اسلام اور ایمان کے منافی بات ہوگی۔

یہ پہلی منزل ہے' جہاں پر دینی ذمہ داریوں کے اعتبار سے مرد و عورت میں بہت معمولی فرق ہے۔ لیکن جیسے جیسے ہم اوپر چلتے جائیں گے' یہ فرق بڑھتا چلا جائے گا۔ پہلی منزل پر یہ فرق بہت تھوڑا ہے' دوسری منزل پر بہت نمایاں ہے' جبکہ تیسری منزل پر جا کر یہ زمین و آسمان کا فرق یا بُعد المشرقَین والا معاملہ ہو جائے گا۔ ہمیں اس فرق کی اساس کو سمجھ لینا چاہئے۔ اسلام شرم و حیا اور عصمت و عفّت کی انتہائی اہمیت بیان کرتا ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ معاشرے میں ان چیزوں کی خوب حفاظت ہو۔ یہی وہ اصول اور مقصد ہے جس کے تحت ستر و حجاب اور لباس کے احکام دیئے گئے اور اس معاملے میں مرد و عورت کے مابین فرق رکھا گیا۔ حجاب اور پردے کے احکامات خالص عورتوں کے لئے ہیں اور ان میں بھی محرم اور نامحرم کا فرق روا رکھا گیا ہے۔ سورۂ نُور میں اس ضمن میں ایک طویل آیت وارد ہوئی ہے۔ بہرحال یہ ایک مکمل مضمون ہے جس پر میری ایک کتاب "اسلام میں عورت کا مقام" کے عنوان سے موجود ہے۔ اس کے علاوہ اس موضوع پر مولانا مودودی مرحوم کی کتاب "پردہ" بڑی معرکۃ الاراء کتاب ہے۔ اسی طرح مولانا امین احسن اصلاحی کی کتاب "پاکستانی عورت دوراہے پر" بھی ایک عمدہ کتاب ہے۔

بہرحال اس وقت ستر و حجاب کی بنیاد پر اس فرق و تفاوت کو واضح کرنا مقصود ہے کہ دینی فرائض کی اوپر کی جو دو منزلیں ہیں، ان میں مرد و عورت کے مابین جو فرق و تفاوت ہے وہ اصلاً اسی بنیاد پر ہے کہ معاشرے میں شرم و حیا کا ماحول برقرار رہے، اور عصمت و عفّت اور پاک دامنی کی پوری پوری حفاظت کا بندوبست کیا جائے۔

پہلی منزل پر بھی جو فرق ہے وہ اسی بنیاد پر ہے کہ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ مردوں اور عورتوں کے مابین بلا ضرورت کوئی اختلاط یا آپس میں ملنا جلنا ہو۔ چنانچہ اسلام دونوں کے علیحدہ علیحدہ دائرہ کار قائم کرتا ہے اور دونوں کی ذمہ داریاں اور فرائض کا علیحدہ علیحدہ تعیّن کرتا ہے۔ نماز کے ضمن میں آخر یہ فرق کیوں کیا گیا کہ مردوں کی نماز گھر کی نسبت مسجد میں افضل ہے، جبکہ عورت کی نماز گھر کے اندر اور گھر کی بھی اندرونی کوٹھڑی میں زیادہ افضل ہے اور مسجد میں اُن کی آمد پسندیدہ نہیں ہے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ اس میں اختلاط کا ایک امکان پیدا ہوتا ہے۔ راستہ چلتے، مسجد کو آتے جاتے مردوں سے مڈبھیڑ ہو سکتی ہے۔ پھر مسجد کے اندر بھی خواہ کتنا ہی اہتمام کرلیا جائے مگر اس کا اندیشہ رہتا ہے کہ کہیں کوئی بے حجابی کی کیفیت نہ پیدا ہو جائے یا کسی نامحرم کی نظر نہ پڑ جائے۔ انہی احتمالات کی وجہ سے پہلی منزل پر بھی باریک سا فرق واقع ہوگیا، جو میں بیان کر چکا ہوں۔

(ii) دوسری منزل: دعوت و تبلیغ کے تین دائرے

یہ فرق جب آگے بڑھے گا تو بہت زیادہ نمایاں ہو جائے گا۔ مثلاً دوسری منزل پر دعوت و تبلیغ کی ذمّہ داری ہے ـــــ اس کے ضمن میں ہمارے دین نے جو عام ترتیب سکھائی ہے وہ یہ ہے کہ "**اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ**" کے اصول پر اصلاح کا کام پہلے اپنے آپ سے شروع کیا جائے، پھر گھر والوں کی اصلاح کی فکر کی جائے اور اس کے بعد دوسرے لوگوں پر دعوت و تبلیغ کا کام کیا جائے۔ لیکن اگر کوئی شخص سات سمندر پار جا کر تبلیغ کر رہا ہو جبکہ اس کے اپنے گھر میں دین کا معاملہ تسلّی بخش نہ ہو تو یہ درحقیقت غلط ترتیب ہے، جس کی وجہ سے وہ برکات ظاہر نہیں ہوتیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تبلیغ سے ظاہر ہوئیں۔

اب اس ترتیب کو سامنے رکھیں تو ایک نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خواتین کے لئے دعوت،

تبلیغ، نصیحت اور اصلاح کا اوّلین دائرہ اُن کا اپنا گھر ہے۔ ان کے اپنے بچّوں کی تعلیم و تربیت اور اصلاح کلیتہً ان کی ذمّہ داری ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر خواتین کا حلقہ اور اس سے مزید آگے محرم مردوں کا حلقہ آئے گا۔ بس ان تین حلقوں میں خواتین کو دعوت و تبلیغ کے فرائض سرانجام دینے ہیں۔ سب سے پہلے حلقے کے بارے میں سورۃ التحریم میں "قُوا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيكُمْ نَارًا" کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنّم کی آگ سے بچاؤ! اس ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی پیش نظر رہنی چاہئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ

"تم میں سے ہر شخص گلہ بان ہے اور تم میں سے ہر شخص اپنے گلے کے بارے میں جوابدہ ہے"۔

یعنی جس طرح ہر چرواہے کی ذمہ داری میں کچھ بھیڑ بکریوں پر مشتمل ایک گلہ ہوتا ہے اور وہ چرواہا گھر سے اس گلے کو لے جانے اور بحفاظت واپس لانے کا ذمہ دار ہوتا ہے، اسی طرح ہر شخص کی حیثیت ایک گلے بان کی سی ہے اور جو کچھ اس کے چارج میں ہے، وہ اس کے بارے میں مسئول اور ذمہ دار ہے۔ چنانچہ آنحضور ؐ نے ارشاد فرمایا:

وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي اَهْلِهِ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ

"اور آدمی اپنے گھر والوں پر نگران ہے، اور وہ اپنی اس رعیّت کے بارے میں جوابدہ ہے"۔

اس سے اللہ کے ہاں یہ پوچھا جائے گا کہ اس پر اس کے گھر والوں کی اصلاح و تربیت اور دوسرے حقوق کی ادائیگی کی جو ذمّہ داری ڈالی گئی تھی وہ اس نے کس حد تک ادا کی۔ اس کے بعد حضور ؐ نے فرمایا:

وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا

"اور عورت اپنے شوہر کے گھر پر نگران ہے اور اس سے اس کی رعیّت کے متعلق پوچھا جائے گا"۔

اور ظاہر بات ہے کہ اس کی رعیت میں اس کی اولاد اس کا مصداقِ اوّل ہے۔ اور ایک

روایت میں تو الفاظ ہی یہ آئے ہیں:

وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ

"اور عورت اپنے شوہر کے اہلِ خانہ اور اس کی اولاد پر نگران ہے اور وہ ان کے بارے میں جوابدہ ہے"۔

یعنی اس کے دیگر افراد خانہ اور باندیاں اور غلام وغیرہ بھی اس کی نگرانی اور ذمہ داری میں ہوں گے، مگر اصل ذمہ داری اولاد کی ہے۔ (یہ حدیث صحیح بخاری کی ہے اور ذرا سے لفظی اختلاف کے ساتھ اسے مسلم، ترمذی اور ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔)

یہ معاملہ واقعتہً نہایت اہم ہے، کیونکہ اگر ہم غور کریں تو کسی بھی قوم کا مستقبل اس کی آئندہ نسل سے وابستہ ہے اور آئندہ نسل کا سارا بوجھ اللہ تعالیٰ نے عورت پر ڈالا ہے۔ اس کی پیدائش کے علاوہ اس کی پرورش کا بھی اصل بوجھ عورت ہی پر ہے۔ وہی تو ہے کہ جو بچوں کی پرورش کی خاطر سب سے بڑھ کر اپنی نیندیں حرام کرتی ہے اور اپنے آرام کی قربانی دیتی ہے۔ پھر ان کی تعلیم کی اوّلین ذمہ داری بھی اُسی پر عائد ہوتی ہے۔ بچے کی سب سے پہلی تعلیم گاہ درحقیقت ماں کی گود ہے۔ چنانچہ علامہ اقبال مسلمان ماں کے بارے میں کہتے ہیں۔

ع آسیا گرداں و لب قرآں سرا

اور یہ نقشہ ہم نے بچپن میں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ خواتین بچے کو دودھ پلاتے ہوئے قرآن بھی پڑھ رہی ہیں اور ساتھ ہی چکّی بھی چلا رہی ہیں۔ اور بچے کو گود میں لے کر ماں جب قرآن پڑھتی ہے تو بچہ اُسے سنتا ہے۔ یہ چیزیں غیر محسوس طریقے سے منتقل ہوتی ہیں۔ آخر ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ بچّہ جب پیدا ہو تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی جائے تو اس کا کوئی نہ کوئی اثر تو لازماً ہوتا ہے۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ہمیں کوئی حکم دیا گیا ہو اور اس کی کوئی افادیت یا علت نہ ہو۔ بچّہ بے شعور سہی، مگر آپ کو معلوم ہے کہ ٹیپ ریکارڈر میں چلنے والی کیسٹ بھی بے شعور ہوتی ہے۔ لیکن جو کچھ ہم بولتے ہیں اس کے اثرات اس پر ثبت ہو جاتے ہیں اگرچہ وہ نظر نہیں آتے۔ اور جب آپ ٹیپ چلاتے ہیں تو وہ آواز برآمد ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ بچے کے تحت الشعور کے اندر بھی کوئی ٹیپ ہو، جس پر اذان اور اقامت کی آواز

اپنے اثرات مرتّب کرتی ہو۔ اسی طرح اگر ایک ماں اپنے بچے کو گود میں لئے بیٹھی ہو، اس کے ہاتھ چکّی چلا رہے ہوں اور ہونٹ قرآن کی تلاوت کر رہے ہوں تو ممکن نہیں کہ اس قرآن کے اثرات بچے کی شخصیت پر نہ پڑیں۔ جیسا کہ علامہ اقبال ؒ نے کہا ہے

ع کہ در آغوش شبیرے بگیری!

کہ ایسی ہی خواتین کی گود کے اندر حضرت حسین ؓ اور حضرت حسن ؓ جیسے پھول کھلیں گے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ: اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ "علم حاصل کرو ماں کی گود سے لے کر قبر تک"۔ 'مہد' ماں کی گود کو کہتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ بچے کی تعلیم کا نقطۂ آغاز یہی ہے۔

تو خواتین کی سب سے بڑی ذمہ داری اپنی اولاد کی تربیت ہے۔ اور ان کی سب سے کڑی مسئولیت اولاد ہی کے بارے میں ہوگی۔ لہٰذا اس کی COST پر، یعنی اس کو نظرانداز کرتے ہوئے یا اس میں کوتاہی کرتے ہوئے کوئی اور کام کرنا قطعاً جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا کر دے کہ اولاد کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے بعد بھی وقت بچ رہا ہو تو پھر انہیں مزید محنت کرنا چاہئے۔ خاص طور پر جوان خواتین، جن کے بچے ابھی چھوٹے ہوں اور اولاد کی پیدائش کا سلسلہ ابھی جاری ہو، آج کے دَور میں ان کی ذمہ داریاں اتنی کٹھن ہیں کہ انہیں پورا کرنے کے بعد بہت کم وقت بچتا ہے۔ لیکن جو بھی وقت بچے وہ اسے صَرف کریں، اپنے آرام کی قربانی دیں اور دوسرے قریبی حلقوں میں دعوت کا کام کریں، جیسا کہ میں بعد میں عرض کروں گا۔ لیکن اس کی خاطر اولاد کو نظرانداز کرنا قطعاً جائز نہیں۔

ہمارے ہاں جو یہ ہو رہا ہے کہ سات سمندر پار تبلیغ ہو رہی ہے اور اپنے گھر والوں کو نظرانداز کیا جا رہا ہے تو یہ اس قسم کا طرزِ عمل ہے جس کے بارے میں سورۃ البقرہ کے پانچویں رکوع میں آیا ہے: اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ "کیا تم لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟"۔ اپنی اولاد کی طرف سے عدمِ توجہی اور لاپرواہی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کی تربیت صحیح طور پر نہیں ہو پاتی اور لامحالہ ماحول کے اثرات ان پر مرتّب ہو کر رہتے ہیں اور ان کی ذہنیت و خیالات معاشرے کے رنگ سے لازماً متأثر ہوتے ہیں۔ اور آج کا بچہ تو الحاد، کفر، بے حیائی اور عریانی، ان

سب عفریتوں کی زد میں ہے۔ ٹی وی اس کے سامنے ہے' اخبارات اس کے اردگرد ہیں اور وہ ان کی یلغار کی زد میں ہے۔ جس طرح امریکہ نے عراق پر وحشیانہ انداز میں بمباری کی ہے' اسی طرح ہمارے بچے الحاد اور بے حیائی کی بمباری کی زد میں ہیں۔ اب اگر ان کی ذمہ داریوں سے اعراض کیا جائے اور گھروں سے باہر نکل کر دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا جا رہا ہو' تو میرے نزدیک یہ ترتیب کو الٹا کر دینے والی بات ہے۔

جہاں تک دوسرے دائرے یعنی گھر سے باہر نکل کر دوسری خواتین میں دعوت و تبلیغ اور درس و تدریس کا تعلق ہے تو میرے خیال میں اس کے لئے منظم کوشش وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ البتہ اس کے لئے ایسی خواتین کو زیادہ فعال ہونا چاہئے جو ادھیڑ عمر کی ہیں اور ان کے لئے حجاب کے احکامات میں بھی وہ شدت نہیں ہے۔ بڑی عمر کی خواتین کے لئے سورۃ النور میں فرمایا گیا: **لَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ** کہ ان پر کوئی حرج نہیں اگر وہ اپنی چادریں اتار کر رکھ بھی دیا کریں! یعنی ستر کی شدت تو برقرار رہے گی مگر پردے اور حجاب کے ضمن میں ان پر اب وہ شدید پابندیاں نہیں ہیں جو ایک نوجوان عورت پر ہیں۔ لیکن ہمارے معاشرے میں عملاً جو صورتِ حال ہے' وہ ایک برعکس نقطۂ نظر کی غمازی کرتی ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ جو خواتین شروع ہی سے گھر میں رہنے کی عادی ہوتی ہیں اور وہ حکمِ قرآنی "**وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ**" (اپنے گھروں میں قرار پکڑو!) پر عامل ہوتی ہیں' اور اس کے ساتھ ساتھ وہ بجا طور پر پردے کی بھی خوگر ہوتی ہیں تو ایسی خواتین خواہ بڑھاپے کی سرحد پر پہنچ چکی ہوں' ان کی ایک طبیعتِ ثانیہ بن جاتی ہے کہ پھر ان کی طبیعت کہیں بھی نکلنے پر آمادہ نہیں ہوتی، چاہے شریعت کی طرف سے اب پابندیاں ہلکی ہو رہی ہیں۔ یہ اس تصویر کا بالکل دوسرا رُخ ہے۔ میرے نزدیک اس معاملے میں حساسیت کو کم کر دینا چاہئے۔ اور ایسی خواتین کے پاس اگر وقت فارغ ہو تو انہیں دین کے کاموں میں زیادہ ہچکچانا نہیں چاہئے۔ طویل سفر کے لئے تو ظاہر ہے کہ محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے' مگر شہروں کے اندر اگر خواتین کے اپنے حلقوں میں درس و تدریس کے لئے نقل و حرکت ہو رہی ہو' تو انہیں اپنی تمام احتیاطات کے ساتھ ان دینی اُمور میں ضرور حصہ لینا چاہئے۔ جہاں تک جوان لڑکیوں کا تعلق ہے' ان کے لئے اس میں بھی بڑے خطرات ہیں۔ میرے نزدیک اس معاشرے میں ان کا اکیلے باہر نکلنا

سرے سے جائز ہی نہیں۔ وہ جوان لڑکیاں جن پر اولاد وغیرہ کی ذمہ داریاں نہ ہوں' یا اس ضمن میں اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کے بعد بھی ان کے پاس وقت فارغ ہو تو وہ ستر و حجاب کی پوری پابندی کرتے ہوئے ان سرگرمیوں میں حصہ لے سکتی ہیں' بشرطیکہ جب باہر نکلیں تو محرم ساتھ ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت ہم جس معاشرتی طوفان سے دوچار ہیں' اس میں جب تک کوئی منظم کوشش نہیں ہوگی' اثرات کا نکلنا اور ظاہر ہونا بعید از قیاس ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ خواتین اگر اپنا حلقہ منظم کریں' ان کے اپنے اجتماعات اور کلاسز کا نظام قائم ہو' جن میں تعلیم و تعلمِ قرآن اور عربی زبان کی درس و تدریس کے علاوہ دعوت و تبلیغ اور تذکیر و تلقین کا اہتمام ہو تو یہ یقیناً مطلوب ہے۔

خواتین کی تعلیمی و تربیتی اور دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں کا تیسرا حلقہ ان کے محرم مردوں پر مشتمل ہے۔ یعنی ان کے بھائی' والد' چچا' ماموں اور بھتیجے' بھانجے وغیرہ۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ شوہر کے بھتیجے' بھانجے محرم نہیں' نامحرم ہیں۔ عورت کا محرم وہ ہے جس سے اس کی شادی کبھی بھی نہ ہو سکتی ہو۔ اور شوہر کی وفات کے بعد شوہر کے بھتیجے یا بھانجے سے نکاح ہو سکتا ہے' لہٰذا وہ نامحرم ہیں۔ تو محرم مردوں میں دعوت و اصلاح کا کام بھی ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ ایسا اکثر دیکھنے میں آ رہا ہے کہ ہماری جو پچھلی نسل ہے' اس پر مغرب کے اثرات زیادہ ہیں۔ اب جبکہ دینی جماعتوں اور تحریکوں کے ذریعے دین کا چرچا متوسط طبقے میں بڑھ گیا ہے تو ہمیں نظر آتا ہے کہ نوجوان لڑکوں کے چہروں پر تو داڑھیاں ہیں' لیکن ان کے والد اور دادا کلین شیو نظر آتے ہیں۔ یہ الٹی گنگا اس لئے بہہ رہی ہے کہ اس نوجوان نسل پر تبلیغی جماعت' جماعتِ اسلامی اور دیگر دینی تحریکوں کے اثرات پڑے ہیں' جبکہ پچھلی نسل ان اثرات سے عاری ہے۔ اسی طرح اب نوجوان نسل کے اندر ایسی لڑکیوں کی تعداد زیادہ نظر آتی ہے جو ستر و حجاب کی پابندی کرنا چاہتی ہیں' لیکن ان کے والدین کے ہاں یہ تصوّر نہیں ہے۔ تو ان کے لئے اپنے والد' بھائیوں اور دیگر محرموں کو تبلیغ کرنا اور ان کو صحیح راستے کی طرف بلانا مقدّم ہے۔ عورتوں کے لئے یہ دعوت و تبلیغ کا تیسرا میدان ہے۔

بعض دینی حلقوں کے زیرِ اثر خواتین الیکشن کے دنوں میں کنویسنگ کے لئے گھر گھر جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر کسی کے پیشِ نظر یہ ہو کہ اسلام الیکشن کے ذریعے سے غالب

ہوگا' تو اسے اس کے لئے وسیع پیانے پر رابطہ کرنے کے لئے گھر گھر جانا ہوگا۔ چنانچہ نوجوان لڑکیاں اور خواتین گھر گھر جا کر ووٹوں کے لئے رابطہ کرتی ہیں۔ اگرچہ وہ یہ کام پردے کے ساتھ کرتی ہیں' جو اپنی جگہ قابلِ تعریف بات ہے' لیکن نوجوان بچیوں کا اس طرح اجنبی گھروں میں جانا بڑی نامناسب بات ہے' کیونکہ ہمارا دین خواتین کو اجنبی عورتوں کے ساتھ میل جول سے بھی منع کرتا ہے۔ مسلمان خواتین کے لئے اجنبی عورتیں بھی محرم نہیں ہیں۔ کیونکہ سورۃ النور میں محرموں کی جو فہرست آئی ہے اس میں "وَنِسَآئِهِنَّ" بھی فرمایا گیا ہے۔ یعنی اپنی عورتیں' جانی پہچانی عورتیں' معروف عورتیں' جن کے کردار کے بارے میں معلوم ہے کہ شریف خواتین ہیں' ورنہ ہو سکتا ہے کہ کوئی اجنبی عورت جو گھر میں چلی آ رہی ہو کسی بری نیت سے چلی آ رہی ہو۔ تو اسلام کی رُو سے اجنبی عورتوں کو اپنے گھروں میں بھی اس طرح بے محابا داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جا سکتی' کجا یہ کہ مسلمان نوجوان لڑکیاں ہر طرح کے گھروں میں جائیں۔ اس میں یقیناً بہت سے فتنے اور خطرات موجود ہیں۔ بہرحال اس حلقے کے پیش نظر چونکہ انتخابی طریقِ کار ہی ہے تو شاید انہوں نے اس کے لئے اس طرح سے گھر گھر رابطہ ناگزیر سمجھ لیا ہو' مگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ابھی اس معاشرے کے اندر بہت بڑی ذہنی' فکری اور اخلاقی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ ایک "حزب اللہ" کو وجود میں لانے کے لئے ابھی بڑی محنت کی ضرورت ہے۔ اور اس کے لئے میں نے مسلمان خواتین کے تین دائرہ ہائے کار بتا دیئے ہیں۔ اگر کبھی ہنگامی حالات پیدا ہو جائیں تو ان میں یقیناً احکام کچھ مختلف ہو سکتے ہیں' اور میں ابھی اس کے بارے میں بھی عرض کروں گا' لیکن اس وقت کے جو حالات ہیں ان میں دعوت و تبلیغ کے ضمن میں ایک مسلمان خاتون کے لئے یہی تین دائرے ہیں۔

(iii) تیسری منزل: اقامتِ دین کی جدوجہد اور خواتین

اب آیئے تیسری منزل کی طرف۔ یہ اقامتِ دین' اسلامی انقلاب یا تکبیرِ ربّ کی منزل ہے۔ اس سطح پر ایک ایسی منظم جماعت کی تشکیل ناگزیر ہے جس کی حیثیت ایک بُنیانِ مرصوص کی ہو اور جو باطل نظام کی تبدیلی کے لئے نہ صرف یہ کہ ایک عوامی تحریک برپا کر سکے' بلکہ جہاد و قتال کے مراحل سے گزرنے کا حوصلہ بھی رکھتی ہو۔ یہ وہ ذمہ

داری ہے جو انتہائی ناگزیر حالات اور ہنگامی صورتِ حال کے سوا، خواتین کے دائرہ کار سے بالکل خارج از بحث ہے۔ اللہ نے انہیں اس ذمّہ داری سے بَری کیا ہے۔ اس ضمن میں بعض خواتین و حضرات کو شاید مغالطہ ہو جاتا ہے۔ ان کا استدلال یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خواتین نے بھی ہجرت کی ہے، اور اس راہ میں خواتین کی گردنیں بھی کٹی ہیں۔ مثلاً حضرت سُمیہ ؓ نے اپنے شوہر حضرت یاسر ؓ کے ساتھ جان قربان کی ہے اور حضرت رقیہ ؓ نے اپنے شوہر حضرت عثمان ؓ کے ساتھ ہجرت کی ہے۔ تو چونکہ جان کا نذرانہ دینا اور ہجرت کرنا صحابیات ؓ سے ثابت ہے، لہٰذا خواتین کو بھی اللہ کی راہ میں سرکف نکلنا چاہئے۔ اس استدلال میں جو مغالطہ ہے اسے سمجھنا بہت ضروری ہے۔ اصل میں ان خواتین صحابیات رضی اللہ عنہن کی ہجرت اور شہادت کی نوعیت پہلی منزل ہی کے تتمے کی تھی۔ کیونکہ اگر ایمان پر گردن کٹتی ہو، جو اسلام کی پوری عمارت کی جڑ اور بنیاد ہے تو مسلمان خاتون بھی مسلمان مرد کی طرح اپنی گردن کٹوائے گی اور یہاں کوئی فرق نہیں ہوگا۔ حضرت سمیہ ؓ نے توحید کی بنیاد پر جان دی ہے۔ ابوجہل دباؤ ڈال رہا تھا کہ توحید سے برگشتہ ہو جاؤ اور شرک کی روش اختیار کرو، میرے معبود کی بھی کچھ نہ کچھ الوہیّت تسلیم کرو۔ حضرت سُمیہ اور ان کے شوہر حضرت یاسر (رضی اللہ عنہما) نے اس سے انکار کیا اور دونوں شہید کر دیئے گئے۔ لیکن یہ بجائے خود "قتال فی سبیل اللہ" اور میدان میں آ کر باطل سے پنجہ آزمائی کا مرحلہ نہیں ہے، بلکہ انہوں نے ایمان پر ثابت قدم رہتے ہوئے ہر جبر و تشدّد کو برداشت کیا، حتیٰ کہ اپنی جان قربان کر دی۔ اور آج بھی اگر کسی مومنہ مسلمہ خاتون کے لئے ایسی صورتِ حال پیدا ہو جائے کہ اسے کُفر اختیار کرنے یا جان کا نذرانہ دینے میں سے ایک بات کا انتخاب کرنا پڑے تو اس کے لئے عزیمت کی راہ یہی ہے کہ وہ کفر اختیار کرنے کی بجائے اپنی جان قربان کر دے، اگرچہ اسلام نے رخصت کا راستہ اختیار کرنے کی اجازت بھی دی ہے کہ اگر دل میں کفر کا شائبہ پیدا نہ ہو تو کلمۂ کفر کہہ کر جان بچائی جا سکتی ہے۔ چنانچہ حضرت سمیہ ؓ اور حضرت یاسر ؓ کے صاحبزادے عمار ؓ نے یہی کیا تھا کہ وقتی طور پر کلمۂ کفر کہہ کر جان بچالی۔ اور یہ واقعہ بڑی عجیب بات ہے کہ بوڑھے والدین نے عزیمت کا راستہ اختیار کرتے ہوئے جان دے دی اور کلمۂ کفر ادا نہیں کیا اور یہ عزیمت بالکل مختلف چیز ہے۔ یہ جہاد و قتال میں گردن کٹوانا نہیں ہے، بلکہ

ایمان پر قائم رہنے کے لئے جان کی بازی لگا دینا ہے۔ اسی طرح ہجرت کا معاملہ ہے کہ جہاں دین پر قائم رہنا ممکن نہ رہے وہاں سے ہجرت کر جانا مسلمان مرد و عورت دونوں کے لئے لازم ہے۔ چنانچہ حضرت رقیہؓ، حضرت اُمّ حبیبہؓ اور دیگر خواتین نے اپنے محرموں کے ساتھ ہجرت کی، کیونکہ مکّہ میں رہتے ہوئے ان کے لئے توحید پر قائم رہنا ناممکن ہو گیا تھا۔ بہرحال یہ وہ باتیں ہیں جو مسلمان مرد و عورت دونوں کے لئے ضروری ہیں اور اس سلسلے میں دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہی بات ہے جو سورۂ آلِ عمران کے آخر میں آئی ہے:

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ، بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ، فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

ان تمام افعال میں مرد و خواتین برابر کی شریک ہیں۔ مردوں کی طرح خواتین کو بھی اللہ کے راستے میں ایذائیں پہنچائی گئیں، انہیں ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور انہیں ہجرت پر مجبور کیا گیا۔ چنانچہ انہوں نے ہجرت بھی کی اور توحید پر قائم رہنے کے لئے اپنی گردنیں بھی کٹوائیں ——— لیکن دوسری طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرب میں جو انقلابی تحریک برپا کی اور جس طرح جہاد و قتال کے مراحل طے کئے اس میں خواتین کہیں شریک نظر نہیں آتیں۔ اس ضمن میں میں نے جو چند باتیں نوٹ کی ہیں، وہ آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

حضورؐ نے ہجرت کے فوراً بعد جو آٹھ مہمیں بھیجی ہیں، ان میں کسی خاتون کا کوئی تذکرہ تک موجود نہیں۔ اللہ کی راہ میں سب سے پہلی باقاعدہ جنگ غزوۂ بدر ہے، جسے قرآن "یوم الفرقان" سے تعبیر کرتا ہے، اور اس کی تمام تفاصیل کتبِ حدیث و سیرت میں موجود ہیں۔ اس میں کسی خاتون کی شرکت کا کوئی تذکرہ نہیں۔ اب ہمیں یہیں سے تو سمجھنا ہے کہ دین کا مزاج کیا ہے اور دین کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داریاں کیا ہیں؟ دین کا ہم سے مطالبہ کیا ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ جہاد و قتال کے ضمن میں خواتین کی کچھ ایسی ذمہ داریاں ہوتیں جو حضورؐ ہمیں نہ بتاتے؟ معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ! آپؐ اگر ایسا کرتے

تو اللہ کے ہاں آپ کی بہت سخت مسئولیت ہو جاتی۔ تو ہمیں یہ معروضی طور پر (Objectively) سمجھنا ہے کہ خواتین کی ذمہ داریاں کیا ہیں، نہ کہ خود اپنی طرف سے کچھ اضافی ذمہ داریاں عائد کرنا ہیں۔ صرف غزوۂ اُحد میں خواتین کی میدانِ جنگ میں موجودگی کا ذکر ملتا ہے، جبکہ انتہائی ایمرجنسی کی کیفیت پیدا ہو چکی تھی۔ مدینہ منورہ میں ستر صحابہ کرامؓ کی شہادت کی اطلاع پہنچی تھی اور اس کے ساتھ یہ خبر بھی اُڑ گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہید ہو گئے ہیں۔ اس پر پورے مدینے کے اندر ایک کہرام مچ گیا تھا۔ یہ معرکہ مدینے سے ڈھائی تین میل کے فاصلے پر ہو رہا تھا۔ چنانچہ کچھ خواتین والہانہ انداز میں دامنِ اُحد کی طرف دوڑیں اور انہوں نے زخمیوں کو پانی بھی پلایا اور ان کی مرہم پٹی وغیرہ بھی کی۔ یہ ایک بالکل ہنگامی صورتِ حال اور استثنائی کیفیت تھی۔ اس طرح کی استثنائی ہنگامی صورتِ حال اب بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ فرض کیجئے کہ لاہور پر حملہ ہو جائے اور یہاں پر گھر گھر مورچے لگا کر جنگ کرنی پڑے تو ظاہر بات ہے کہ خواتین بھی شریک ہو جائیں گی اور وہ اس ملک کے تحفظ اور دفاع کے لئے اپنے مردوں کا ساتھ دیں گی۔ تو غزوۂ احد کے بارے میں یہ بات نوٹ کر لیجئے کہ وہاں ایک انتہائی ہنگامی صورتِ حال پیدا ہو گئی تھی جس میں خواتین کو اس میں شریک ہونا پڑا۔ اس کے علاوہ ایک ضروری بات نوٹ کرنے کی یہ ہے کہ غزوۂ اُحد تک ابھی حجاب کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

اس کے بعد غزوہ احزاب میں، جو شدید ترین آزمائش کا مرحلہ تھا اور جس کے بارے میں قرآن مجید میں "وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا" ("اور بڑی شدت سے ہلا ڈالے گئے!") کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، کوئی خاتون محاذِ جنگ پر نہیں آئیں۔ بلکہ وہاں خواتین کو ایک بڑی حویلی کے اندر جمع کر دیا گیا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ ایک یہودی مشتبہ حالت میں ادھر آ رہا تھا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے خیمے کی چوب نکال کر اسے ضرب لگا کر مار دیا۔ یاد رہے کہ حجاب کا حکم اوّلاً سورۃ الاحزاب میں آیا ہے جو غزوۂ احزاب کے بعد نازل ہوئی ہے، جبکہ سورۃ النور مزید ایک سال بعد ۶ھ میں نازل ہوئی۔

۷ھ میں غزوۂ خیبر پیش آیا۔ اس غزوہ سے متعلق یہ واقعہ کتبِ حدیث میں موجود ہے، جس سے غزوۂ خیبر میں خواتین کے کردار پر روشنی پڑتی ہے۔ اس واقعے کو امام احمدؒ نے اپنی مسند اور امام ابو داؤدؒ نے اپنی سُنن میں روایت کیا ہے۔

"حشرج بن زیاد اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ غزوۂ خیبر کے موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پانچ دیگر خواتین کے ہمراہ باہر نکلیں، جن میں چھٹی وہ خود تھیں۔ وہ کہتی ہیں کہ جب حضورؐ کو ہمارے نکلنے کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے ہمیں بلوایا۔ جب ہم حاضر ہوئیں تو آپؐ کو غضبناک پایا۔ آپؐ نے پوچھا: تم کس کے ساتھ نکلی ہو اور کس کی اجازت سے نکلی ہو؟ ہم نے عرض کیا: ہم اُون کاتیں گی اور کچھ اللہ کی راہ میں کام کریں گی۔ ہمارے پاس کچھ مرہم پٹی کا سامان بھی ہے۔ ہم (مجاہدین کو) تیر پکڑا دیں گی، (انہیں) ستو گھول کر پلا دیں گی۔ آپؐ نے فرمایا: اٹھو، واپس چلی جاؤ! پھر جب اللہ نے خیبر فتح کرا دیا تو حضور اکرمؐ نے (مالِ غنیمت میں سے) ہمارے لئے بھی مردوں کی طرح حصہ نکالا۔ حشرج کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: دادی جان! (مالِ غنیمت میں سے) کیا چیز ملی تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا: کچھ کھجوریں!"

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان خواتین سے یہ استفسار کہ تم کس کے ساتھ نکلی ہو اور کس کی اجازت سے نکلی ہو بہت اہم ہے۔ اس سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ کوئی خاتون اگر کہیں باہر نکلتی ہے تو سب سے پہلے اس سے یہ پوچھا جائے گا کہ اس کے ساتھ محرم ہے یا نہیں؟ سیرت کا یہ اہم واقعہ ہماری خواتین کو پیشِ نظر رکھنا چاہئے۔

مزید برآں "الاستیعاب" میں منقول حضرت اسماء بنت یزید (رضی اللہ عنہا) کا واقعہ بھی اس ضمن میں بہت اہم ہے۔ ہمارے ہاں بہت سی خواتین میں جب دینی جذبہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اپنی حدود سے تجاوز کر جاتی ہیں۔ اور یہ خواتین خود دین کی طرف سے عائد کردہ پابندیوں کی رعایت نہ رکھتے ہوئے اپنی گھریلو ذمہ داریوں میں کوتاہی کرتے ہوئے، اور بچوں کی پرورش کے فریضے کو پامال کرتے ہوئے دین کا کام کرنا چاہتی ہیں۔ ایسی خواتین کے لئے سیرت کا یہ واقعہ نہایت فیصلہ کن اور سبق آموز ہے۔ حضرت اسماءؓ بنت یزید ایک انصاریہ خاتون ہیں اور یہ مشہور صحابی حضرت معاذ بن جبلؓ کی پھوپھی زاد بہن ہیں، جن کے متعلق حضورؐ نے فرمایا تھا: "اَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ"۔

—— ان کے متعلق روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ مجھے عورتوں کی ایک جماعت نے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے۔ وہ سب کی سب وہی کہتی ہیں جو میں عرض کرتی ہوں اور سب وہی رائے رکھتی ہیں جو میں آپؐ کے سامنے پیش کر رہی ہوں۔ عرض یہ ہے کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ ہم آپؐ پر ایمان لائیں اور ہم نے آپؐ کی پیروی کی۔ لیکن ہم عورتوں کا حال یہ ہے کہ ہم پردوں کے اندر رہنے والیاں اور گھروں کے اندر بیٹھنے والیاں ہیں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ مرد ہم سے اپنی خواہش پوری کرلیں اور ہم ان کے بچے لادے لادے پھریں۔ مرد جمعہ و جماعت، جنازہ و جہاد ہر چیز کی حاضری میں ہم سے سبقت لے گئے۔ وہ جب جہاد پر جاتے ہیں تو ہم ان کے گھربار کی حفاظت کرتی ہیں اور ان کے بچوں کو سنبھالتی ہیں۔ تو کیا اجر میں بھی ہم کو ان کے ساتھ حصہ ملے گا؟ آنحضورؐ نے ان کی یہ فصیح و بلیغ تقریر سننے کے بعد صحابہؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا آپ لوگوں نے اس سے زیادہ بھی کسی عورت کی عمدہ تقریر سنی ہے، جس نے اپنے دین کی بابت سوال کیا ہو؟ تمام صحابہؓ نے قسم کھا کر اقرار کیا کہ نہیں یا رسول اللہؐ! اس کے بعد آنحضرتؐ حضرت اسماءؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے اسماء! میری مدد کرو اور جن عورتوں نے تمہیں اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے ان تک میرا یہ جواب پہنچا دو کہ تمہارا اچھی طرح خانہ داری کرنا، اپنے شوہروں کو خُوش رکھنا اور ان کے ساتھ سازگاری کرنا مردوں کے ان سارے کاموں کے برابر ہے جو تم نے بیان کئے ہیں۔ حضرت اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر خوش خوش اللہ کا شکر ادا کرتی ہوئی واپس لوٹ گئیں اور انہوں نے اس پر کسی انقباض کا اظہار نہیں کیا۔

اس واقعے میں ہماری خواتین کے لئے یہ سبق ہے کہ ہماری محنت و کوشش کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ ہم اللہ کے ہاں اپنی ذمہ داریوں سے بَری الذمہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اگر ایک ذمہ داری ڈالی ہی نہیں تو خواہ مخواہ اپنے اوپر اس ذمہ داری کا بوجھ لاد لینا اپنی جان پر ظلم کے مترادف ہے اور یہ ایسا طرزِ عمل ہے جس کے جواب میں اللہ کی طرف سے "نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی" والا معاملہ پیش آسکتا ہے۔ یعنی کوئی شخص اگر کسی ایسی ذمہ داری کو اختیار کرلے جو اس پر عائد نہیں کی گئی تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اسے اس ذمہ

داری کے حوالے کر دیتا ہے اور پھر اس میں اللہ کی مدد' نصرت اور تائید شاملِ حال نہیں ہوتی۔ اور آدمی اگر حد سے تجاوز کر جائے تو اندیشہ ہے کہ "وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا" کے الفاظ کے مطابق جنّت کی طرف جانے کے بجائے جہنّم کی طرف پیش قدمی ہو جائے۔ تو اس طرزِ عمل سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فریضۂ اقامتِ دین اور اعلائے کلمتہ اللہ کی جدوجہد مردوں پر فرض کی ہے اور عورتوں پر یہ ذمّہ داری براہِ راست عائد نہیں کی۔ البتہ خواتین سے مطلوب یہ ہے کہ وہ اس جدوجہد میں اپنے مردوں کی معین و مددگار ہوں۔ بچّوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کو اپنی ذمّہ داری سمجھیں اور مردوں پر اس کا زیادہ بوجھ نہ پڑنے دیں۔ وہ مردوں کے لئے اس راہ میں زیادہ سے زیادہ وقت فارغ کرنا ممکن بنائیں۔ ان پر اپنی فرمائشوں کا بوجھ اس طرح نہ لاد دیں کہ وہ اِنہی مسائل میں الجھ کر رہ جائیں اور دین کی سربلندی کے لئے جہد و کوشش نہ کر سکیں۔ خواتین اگر ان اُمور کو مدنظر رکھتے ہوئے شوہروں سے تعاون کریں تو یہ ان کی طرف سے اقامتِ دین کی جدوجہد میں شرکت کا بدل بن جائے گا اور ان کے لئے اجرِ کثیر اور ثوابِ عظیم کا باعث ہوگا۔ اور خواتین کے لئے اس سے بڑھ کر خوش آئند بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ انہیں گھر بیٹھے بٹھائے مردوں کے برابر اجر و ثواب مل جائے!!

مردوں اور خواتین کی بیعت کا فرق

مردوں اور عورتوں کے دینی فرائض کے ضمن میں ایک اہم فرق بیعت کا ہے۔ آپ کے علم میں ہوگا کہ آنحضور ؐ نے اقامتِ دین کے لئے' ہجرت سے متصلاً قبل سمع و طاعت کی جو بیعت لی وہ صرف مردوں سے لی' جو بہت سخت بیعت ہے۔ یہ "بیعتِ عقبۂ ثانیہ" کہلاتی ہے جس میں ہر حال میں امیر کے حکم کی پابندی کا عہد ہے' جسے فِی الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ" کے الفاظ سے واضح کیا گیا ہے۔ یعنی خواہ تنگی ہو' خواہ آسانی' اور خواہ طبیعت اس کے لئے آمادہ ہو' خواہ طبیعت پر جبر کرنا پڑے۔ پھر اس میں درجہ بدرجہ تمام امراء کے حکم کی پابندی کرنا بھی شامل ہے۔ یہ چیزیں واقعۃً بہت سخت اور نفس پر بڑی شاق گزرنے والی ہیں' لیکن وہ منظّم جماعت جسے اسلامی انقلاب کے لئے جدوجہد کرنا ہو اور جہاد و قتال کے مراحل سے گزرنا ہو' وہ ان کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی۔

لیکن حضورؐ نے یہ بیعت خواتین سے نہیں لی۔ اس موقع پر آپؐ نے خواتین سے جو بیعت لی وہ بعینہٖ وہ بیعت تھی جو آپؐ اس سے کچھ عرصہ قبل مردوں سے بھی لے چکے تھے اور اسے "بیعتِ عقبۂ اولیٰ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ دراصل نیکی کی بیعت تھی، جس میں کفر و شرک، برائیوں، حرام کاموں، جھوٹ، چوری اور زنا وغیرہ سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا عہد تھا۔ خواتین سے آپؐ بعد میں بھی، مستقل طور پر، یہی بیعت لیتے رہے ہیں۔ سورۃ الممتحنہ میں، جو صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی ہے، خواتین کی بیعت کے لئے یہی "بیعتِ عقبۂ اولیٰ" والے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ چنانچہ مردوں اور عورتوں کی بیعت کے الفاظ میں جو یہ عظیم الشان فرق ہے، اس سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ ان دونوں کے دینی فرائض یکساں نہیں ہیں، بلکہ ان میں فرق ہے۔ ہمارے ہاں صوفیاء کے حلقے میں یہی خواتین والی بیعت رائج ہے اور یہ "بیعت النّسوۃ" یا "بیعت النّساء" کہلاتی ہے۔

جماعتی زندگی ۔ دونوں کے لیے ضروری !

اس سب کے باوجود جہاں تک ایک جماعتی زندگی کا تعلق ہے، اس کے بارے میں میرا احساس یہ ہے کہ یہ جس طرح مردوں کے لئے ضروری ہے، اسی طرح خواتین کے لئے بھی ضروری ہے، اس لئے کہ جماعتی زندگی میں ایک برکت ہے۔ اس سے نیکی و بھلائی کا ماحول پیدا ہوتا ہے اور دوسرے ساتھیوں کو اچھے کاموں اور نیکیوں میں آگے بڑھتے دیکھ کر اپنا حوصلہ بھی بڑھتا ہے۔ جب آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کے کسی ساتھی یا ساتھیہ نے اپنے گھر میں ہونے والے کسی غلط کام کو ترک کر دیا ہے یا ترک کروا دیا ہے تو آپ میں بھی ایسا کرنے کا جذبہ اور حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ جماعتی زندگی کی برکتوں اور فوائد سے عورتوں کو بھی محروم نہیں رکھا گیا۔ اس کے لئے سورۃ التوبہ کی آیت ۷۱ کا مطالعہ کیجئے۔ فرمایا گیا:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ
وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ
حَكِيْمٌ ○

"مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بدی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ وہ ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ زبردست اور حکمت والا ہے"۔

اور یہ جماعتی ماحول کی برکات ہی کا مظہر ہے کہ حضورؐ نے خواتین سے بھی بیعت لی۔ البتہ ذمہ داریوں میں فرق و تفاوت کے اعتبار سے دونوں کی بیعت مختلف ہے۔ لیکن بیعت بہرحال دونوں سے لی گئی۔ نتیجۃً خواتین میں بھی یہ احساس پیدا ہوگیا کہ ہم ایک اجتماعیت میں شریک ہیں، ہمارا کسی کے ساتھ کوئی ربط و تعلق ہے، ہمیں ان کے احکامات سن کر ان پر عمل کرنا ہے، نیکی کے کام بجالانے ہیں، کیونکہ ہم نے قول و قرار کیا ہے۔ اس سے خود احتسابی کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ اب اگر ہم یہ کام نہیں کر رہے تو گویا اپنے عہد کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔

چنانچہ ہم نے بھی تنظیمِ اسلامی میں خواتین کا ایک حلقہ رکھا ہے اور ہمارے ہاں ان کی بیعت کا سلسلہ بھی موجود ہے۔ ہماری تمام تر خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ ہم تمام معاملات میں کتاب و سنّت سے اور اُسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی مثالوں سے حتی الامکان قریب ترین رہنے کی کوشش کریں۔ جس طرح حضورؐ نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے ایک مرتبہ فرمایا تھا: "میرے قریب آ جاؤ" پھر فرمایا: "میرے اور قریب آ جاؤ!" تو اسی طرح ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ حضورؐ کا جو طریقہ و اُسوہ تھا اس سے قریب سے قریب تر رہنے کی امکانی کوشش جاری رکھیں۔ لہٰذا ہم نے اقامتِ دین اور اسلامی انقلاب کی جدوجہد کے لئے جو تنظیمِ اسلامی قائم کی ہے اس میں مردوں کے لئے تو "بیعتِ جہاد" رکھی ہے، جبکہ عورتوں کے لئے ہمارے ہاں وہی "بیعت النساء" ہے، جس کے الفاظ سورۃ الممتحنہ میں وارد ہوئے ہیں۔ خواتین کی تنظیم میں شمولیت اور بیعت سے ان میں ایک تنظیم اور اجتماعیت کا شعور اور مسئولیت و ذمہ داری کا احساس پیدا ہوتا ہے، مگر جیسا کہ میں تفصیل سے عرض کر چکا ہوں، اقامتِ دین کی جدوجہد میں ان کی ذمہ داریاں مردوں کی ذمہ داریوں سے بہت مختلف ہیں۔ فرائضِ دینی کی اس تیسری اور بلند ترین منزل پر ان کی براہ راست کوئی ذمہ داری ہے ہی نہیں اور اس میں اللہ نے انہیں

(بقیہ صفحہ ۸۰ پر)

کتابیات

انسان کی انفرادی زندگی پر گناہوں کے اثرات

زیرِ طبع کتاب "کبائر" کے باب اول کی فصل رابع (۱)

مؤلف: ابوعبدالرحمٰن شبیر بن نور

اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو بسایا، اس میں رنگا رنگ نعمتیں رکھیں اور بارشوں، دریاؤں، سورج کی شعاعوں اور ٹھنڈی ہواؤں کے ذریعے اسے سرسبز و شاداب بنایا۔ اب اس کے اندر جو بھی کمی، کوتاہی، خرابی اور فساد ہوگا اس کا فی الواقع سبب انسان کے غلط کرتوت اور برے اعمال ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ [1]

"خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا ہے لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے، تاکہ (اللہ) مزا چکھائے ان کو ان کے بعض اعمال کا، شاید کہ وہ باز آجائیں۔"

اس حقیقت کا بار بار ادراک کر لینے کے باوجود انسان ہے کہ فساد فی الارض سے باز ہی نہیں آتا، اور کرتا ہی چلا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ قیامت تک کے لیے زمین اپنی خصوصیات سمیت اپنا وجود برقرار رکھے گی۔ لہٰذا انسان کو توجہ دلانے اور اسے گناہوں سے باز رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کچھ تنبیہات کا انتظام کر رکھا ہے اور یہ ہیں کسی معاشرے کو گناہوں کی پاداش میں

---

[1] سورت الروم، آیت ۴۱۔

اجتماعی شکل میں ملنے والی سزائیں۔ لیکن یہ صرف اہلِ دل اور صاحبِ بصیرت حضرات کو ہی نظر آتی ہیں۔ مثلاً سیلاب، قحط، زلزلے، وبائی بیماریاں، باہمی دنگا فساد، خانہ جنگی وغیرہ۔ باقی رہے وہ لوگ جو ایمان سے خالی اور کور چشم ہیں تو ایسے حضرات اس قسم کی سزاؤں کی صرف عقلی تعبیریں ہی کرتے ہیں۔

انفرادی جرائم کی قانونی سزا اللہ تعالیٰ نے حدود، تعزیرات اور کفارات کی شکل میں مقرر کی ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

ا: گناہوں کی دنیوی سزا — قانونی شکل میں

شریعت نے مندرجہ ذیل جرائم کی حسبِ ذیل حدود مقرر فرمائی ہیں:

۱۔ قتلِ عمد کی سزا۔ قتل

۲۔ شادی شدہ زانی کی سزا۔ قتل (بذریعہ سنگساری)

۳۔ مرتد کی سزا۔ قتل

۴۔ جادو کی سزا۔ قتل

۵۔ بغاوت کی سزا۔ قتل (اسی میں ڈاکہ، فساد فی الارض بھی شامل ہے)

۶۔ غیر شادی شدہ زانی کی سزا۔ سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی۔

۷۔ نشہ آور اشیاء کے استعمال کی سزا۔ اَسّی کوڑے۔

۸۔ زنا کی تہمت لگانے کی سزا۔ اَسّی کوڑے۔ اور آئندہ گواہی کے لیے ناقابلِ اعتماد و نااہل قرار دیا جانا۔

۹۔ چوری کی سزا۔ ہاتھ کاٹ دینا۔

دیگر مختلف جرائم کی اس طرح دو ٹوک سزا تو مقرر نہیں فرمائی، البتہ قاضی کو سزا تجویز کرنے کا اختیار دیا ہے جسے تعزیرات کہتے ہیں۔ اس کا اصول یہ ہے کہ کسی نے کسی کی جان، مال، عزت اور نسب پر اس انداز کی زیادتی کی ہو کہ وہ مذکورہ بالا جرائم کی فہرست میں تو نہ آتی ہو لیکن متعلقہ فرد کا

حق تلف ہوتا ہو یا اسے تکلیف پہنچتی ہو۔

علاوہ ازیں کچھ قصور ایسے بھی ہیں جن کی پاداش میں کفّارے (شرعی جُرمانے) مقرر فرمائے گئے ہیں۔ مثلاً :

۱۔ **قسم توڑنا :** اس کا کفارہ ہے غلام آزاد کرنا، یا دس مسکینوں کو لباس مہیّا کرنا یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا، اور اگر اِن میں سے کسی ایک کفارے کی استطاعت نہ ہو تو تین روزے رکھنا۔

۲۔ **حدودِ حرم میں شکار کرنا :** اس کا کفارہ یہ ہے کہ جس جانور کا شکار کیا ہے اسی جیسا جانور قربان کرے۔ اس کا فیصلہ دو متقی پرہیزگار افراد پر مشتمل پنچایت کرے گی۔

۳۔ **رمضان کا روزہ جماع کر کے توڑنا :** اس کا کفّارہ ہے غلام آزاد کرنا۔ اس کی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ روزے رکھنا۔ اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

۴۔ **ظِہار کرنا** یعنی اپنی بیوی کو جان بوجھ کر حرمت کی نیت سے ماں، بہن، بیٹی کے برابر قرار دینا۔ اس کا کفّارہ ہے غلام آزاد کرنا۔ اس کی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ روزے رکھنا۔ اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کِھلانا۔

ب: مصیبتیں اور پریشانیاں

غلطی، کوتاہی، لغزش اور خطا تو ہر انسان سے سرزد ہوتی رہتی ہے۔ البتہ جس انسان کو اللہ تعالیٰ اصلاح اور سنبھل جانے کی مہلت دینا چاہتا ہو اسے کسی نہ کسی آزمائش اور پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے، تاکہ شاید وہ اسی طرح چونک جائے اور اپنی اصلاح کی طرف مائل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ [1] ○

---

[1] سورت السجدة، آیت ۲۱۔

"اُس بڑے عذاب سے پہلے ہم اسی دنیا میں (کسی نہ کسی چھوٹے) عذاب کا مزا انہیں چکھاتے رہیں گے، شاید کہ یہ (اپنی باغیانہ روش سے) باز آجائیں۔"

اِس حکمتِ الٰہی کے علاوہ کچھ گناہ ایسے ہیں جن کی سزا کو اللہ تعالیٰ مؤخر نہیں کرنا چاہتا، تاکہ مجرم کو اس دنیا میں سزا بھی ملے اور وہ دوسروں کے لیے سامانِ عبرت بھی بنے۔ باقی رہا آخرت کا معاملہ تو وہاں تو اسے اپنے کرتوتوں کا مزا چکھنا ہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَا مِنْ ذَنْبٍ اَجْدَرُ اَنْ يُعَجِّلَ اللهُ تَعَالىٰ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيْعَةِ الرَّحِمِ۔[1]

"سرکشی اور نسبی قرابت کو کاٹنے سے بڑھ کر کوئی گناہ اس بات کا مستحق نہیں کہ اس کے مرتکب کی اُخروی سزا برقرار رکھتے ہوتے دنیا میں اس کی سزا کے لیے اللہ تعالیٰ جلدی کرے۔"

یعنی سرکشی کرنا اور نسبی قرابت کاٹنا دو ایسے سنگین جرم ہیں جس کے مرتکب کو دنیا میں بھی نقد سزا ضرور ملتی ہے اور وہ آخرت میں بھی اپنے انجام کو ضرور بھگتے گا۔

گناہوں میں مبتلا ہونے کا ایک سبب مال کی محبت ہے، حالانکہ مقررہ رزق انسان کو ہر شکل میں ملنا ہی ملنا ہے۔ انسان جب اپنی آخرت کو بھول کر صرف دنیا پرست اور مال و دولت کا غلام بن جاتا ہے تو دنیا تو اسے نصیب ہی کی ملتی ہے البتہ زندگی ضرور اجیرن ہو جاتی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

---

[1] مسند احمد، ج ۵، ص ۳۶-۳۸۔ سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب النہی عن البغی۔ سنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب رقم ۵۸۔ امام ترمذی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ المستدرک للحاکم، کتاب التفسیر، باب اجمع آیۃ فی القرآن للخیر والشر ۲/۳۵۶۔ امام حاکم اور امام ذہبی نے المستدرک میں اور محدث العصر الشیخ الالبانی نے صحیح الجامع الصغیر حدیث ۵۷۰۴ میں مذکورہ بالا حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

مَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ فَرَّقَ اللهُ عَلَيْهِ اَمْرَه وَجَعَلَ فَقْرَه بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا مَا كُتِبَ لَهٗ۔[1]

"جس انسان کا مقصدِ زندگی صرف دنیا ہی ہو اللہ تعالیٰ اس کے معاملات کو بکھیر دیتے ہیں، اور اس کی فقر و تنگدستی اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتے ہیں اور اسے دنیا بھی بس اتنی ہی ملتی ہے جتنی اس کے نصیب میں لکھی جا چکی ہے۔"

اس پریشان حال زندگی کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا ہے:

مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْمٰى[2]

"جو میرے درسِ نصیحت سے منہ موڑے گا، اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہو گی، اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔"

اِن سب مفصّل دلائل کے باوجود بھی اگر کوئی صرف دنیا پر ریجھ کر اپنی آخرت خراب کر رہا ہو تو اس کے حق میں صرف دُعا ہی کی جا سکتی ہے۔

ج: نیک اعمال پر گناہوں کے اثرات

گناہوں میں ملوّث آدمی بس اسی حد تک ہی بدنصیب نہیں ہوتا کہ وہ گناہ کر رہا ہے، بلکہ

---

[1] سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الھمّ بالدنیا حدیث ۴۱۰۵ مشہور محقّق و محدث محمد فواد عبدالباقی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ نیز شیخ الالبانی نے بھی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو سلسلة الاحادیث الصحیحہ حدیث ۹۴۹، ۹۵۰۔ اس سے ملتی جلتی روایت امام ترمذی نے بھی اپنی سنن میں بیان کی ہے، ملاحظہ ہو کتاب صفة القیامۃ باب ۱۲۱۔

[2] سورۃ طٰہٰ، آیت ۱۲۴۔

آئندہ کے لیے بھی وہ توفیقِ الٰہی سے محروم ہو جاتا ہے اور شیاطین اس پر مسلّط ہو جاتے ہیں پھر وہ انہی کی فریب کاریوں کا شکار رہتا ہے۔ بالآخر موت سے واسطہ پیش آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ○ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○[1]

"جو شخص رحمٰن کے ذکر سے تغافل برتتا ہے، ہم اُس پر ایک شیطان مسلّط کر دیتے ہیں۔ اور وہ اس کا رفیق بن جاتا ہے۔ یہ شیاطین ایسے لوگوں کو راہِ راست پر آنے سے روکتے ہیں، اور وہ اپنی جگہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ٹھیک جا رہے ہیں۔"

بعض گناہ تو اتنے خطرناک اور انجام کے اعتبار سے اتنے نقصان دہ ہوتے ہیں کہ اُن کی وجہ سے سابقہ کیے کرائے سارے نیک کام تباہ ہو جاتے ہیں۔ مثلاً شرک کرنا۔ جو آدمی ساری زندگی نیک کام کرتا رہا اور کبھی لمحہ بھر کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہوا، اگر وہ بھی شرک کرے تو اس کے سارے سابقہ نیک اعمال بالکل ملیامیٹ ہو جائیں گے، خواہ وہ انسان کتنے ہی عظیم درجے اور مرتبے پر فائز ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ جلیل القدر و عظیم المرتبت پیغمبروں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○[2]

"لیکن اگر کہیں (بالفرضِ محال) اِن پیغمبروں نے بھی شرک کیا ہوتا تو ان کا کیا کرایا سب غارت ہو جاتا۔"

جس طرح شرک بہت بڑا جرم ہے اسی طرح نیک کام میں اللہ کے علاوہ کسی اور کی خوشنودی

---

[1] سورت الزخرف، آیت ۳۶-۳۷

[2] سورت الانعام، آیت ۸۸۔

یا رضا جوئی بھی بہت بڑا جرم ہے، جسے شرکِ اصغر یا ریاکاری کہا جاتا ہے۔ ریاکاری بڑے سے بڑے نیک کام کے اجر و ثواب کو نہ صرف ضائع کر دیتی ہے بلکہ اُلٹا ریاکار کو روزِ قیامت مجرموں کی قطار میں کھڑا کر دے گی جس کی تفصیل باب دوم (شرک اصغر کے بیان) میں دیکھی جا سکتی ہے۔

اس عقیدے کی خرابی کے علاوہ بعض گناہ بہت دُوررس نتائج کا سبب بنتے ہیں مثلاً حرام خوری کرنا۔ حرام خور کی کوئی عبادت حتیٰ کہ دعا بھی قبول نہیں ہوتی، خواہ حرام خور میدان عرفات میں نوذی الحجہ کی مبارک تاریخ کو رو رو کر، اور آہ و زاری کر کے دعا کرے۔ حدیث میں ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے انسان کا تذکرہ فرمایا جو لمبا سفر کر کے آتا ہے، (سفر کی وجہ سے) اس کا حال پراگندہ ہو چکا ہوتا ہے، آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتے ہوئے کہتا ہے: "اے میرے رب! اے میرے رب!!" (میری فلاں فلاں دعا قبول کر لے) ———— جبکہ اس کا کھانا حرام کا ہوتا ہے، پینا حرام کا، لباس حرام کا، اور اس کی ساری غذا کا دار و مدار حرام پر ہی ہوتا ہے۔ پھر آخر ایسے آدمی کی دعا کیونکر قبول ہو؟"[1]

ایسے ہی مہلک اور انتہائی نقصان دہ گناہوں میں سے نماز کا چھوڑ دینا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ تَرْكُ الصَّلَاةِ۔[2]

"آدمی اور شرک کے درمیان صرف نماز چھوڑ دینا حائل ہے۔"

اور بالخصوص نمازِ عصر چھوڑ دینا تو مسلمان کے لیے بہت بڑا خسارہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ۔[3]

---

[1] صحیح مسلم۔ حدیث کے مکمل الفاظ مع تخریج باب دوم (سُود کے بیان) میں ملاحظہ فرمائیں۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان اطلاق اسم الکفر علیٰ من ترک الصّلاۃ [3] صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصّلاۃ، باب من ترک صلاۃ العصر۔ سنن النسائی، کتاب الصّلاۃ، باب من ترک صلاۃ العصر۔

"جس آدمی نے نمازِ عصر چھوڑ دی، اس کا عمل ضائع ہو گیا!"

د: گناہوں کی وجہ سے رزق کی برکت ختم ہو جاتی ہے

رزقِ حلال کمانا نہ صرف فرض ہے بلکہ بہت بڑی نیکی اور مقام و مرتبے کی بات ہے، اور بالخصوص تجارت تو سراپا برکت ہے۔ دنیوی برکت کا بہت بڑا حصّہ تجارت میں پنہاں ہے اور اُخروی اجر و ثواب کے اعتبار سے بھی نیک تاجر نبیوں اور صدیقوں کے ساتھ ہو گا۔ لیکن جھوٹ، خیانت اور فریب کاری کا فوری اور نقد انجام رزق کی برکت سے ہاتھ دھونا ہے۔ اِس وقت موجودہ تجارتی منڈیوں پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو ممالک ایمانداری اور صحیح معاملے کا ثبوت نہیں دیتے اُن کا مال نہ دکاندار رکھتا ہے اور نہ ہی گاہک اطمینان سے لیتا ہے، خواہ بنانے والا ملک مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ جو ممالک ایمانداری اور سچائی کی شہرت رکھتے ہیں اُن کا مال دھڑا دھڑ بکتا ہے، خواہ کافر، مشرک اور بے دین ممالک ہی وہ مال بنا کر سپلائی کر رہے ہوں۔ اس حقیقت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا فَاِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَاِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا۔[1]

"خرید و فروخت کرنے والے دونوں با اختیار ہیں، جب تک کہ وہ جُدا نہ ہو جائیں۔ اگر دونوں نے سچ سچ کہا اور بات واضح واضح کی تو اُن کی خرید و فروخت میں برکت دی جائے گی۔ اور اگر وہ جھوٹ بولے اور عیب کو چھپایا تو اُن کی تجارت کی برکت ختم ہو جائے گی۔"

---

[1] صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب اذا بَیَّنَ البَیِّعَانِ۔ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب خیار المجلس للمتبایعین۔

حلقۂ خواتین تنظیمِ اسلامی لاہور کے
اِجتماعِ عام
(منعقدہ ۲ جون ۱۹۹۱ء)
کی رُوداد اور شرکائےِ اجتماع کے تأثرات

مرتبہ : امت المحیی

تنظیمِ اسلامی حلقہ خواتین کا قیام آج سے قریباً آٹھ سال قبل عمل میں آیا تھا۔ اور اُس وقت سے اس کے زیرِ اہتمام ماہانہ اور ہفتہ وار اجتماعات کے انعقاد کے علاوہ ترجمۂ قرآن حکیم اور عربی کی کلاسوں کا مستقل اہتمام ہو رہا ہے۔ معمول کے اجتماعات کے علاوہ اس عرصے میں اگرچہ دو سالانہ اجتماع بھی منعقد ہوئے' لیکن ان کی حیثیت بھی کسی بڑے اجتماع کی نہ تھی۔ چنانچہ ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ ایک بڑا اجتماع منعقد کیا جائے جس میں پورے پاکستان سے تنظیمی بہنوں کو اکٹھا کیا جائے۔ لیکن دوسری طرف یہ بات بھی پیشِ نظر تھی کہ صرف اجتماع کے لئے خواتین کو دوسرے شہروں سے بلانا اور انہیں طویل سفر کی زحمت دینا نہ صرف ہمارے دینی مزاج کے خلاف ہے' بلکہ اس سے ان کی گھریلو ذمہ داریاں بھی متأثر ہوتی ہیں۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ صرف لاہور کی سطح پر خواتین کا ایک بھرپور اجتماعِ عام منعقد کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے اتوار ۲ جون کو قرآن اکیڈمی میں خواتین کے اجتماعِ عام کا اہتمام کیا گیا۔ اس کے لئے لاہور اور آس پاس کی خواتین کو دعوت نامے بھیجے گئے کہ نہ صرف وہ خود تشریف لائیں بلکہ اپنے ساتھ اپنی ماؤں' بیٹیوں' بہنوں اور میل جول کی خواتین کو بھی لائیں۔ تنظیمی رفقاء کو تاکید کی گئی کہ جن کے بچے چھوٹے ہیں وہ اس روز دفتر سے چھٹی لے کر بچوں کو سنبھالیں۔ اس اجتماع کی تیاریاں مقررہ تاریخ سے چند روز قبل شروع کر دی گئیں اور ۲ جون کی صبح تک اس سلسلے کے تمام انتظامات کو حتمی شکل دے دی گئی۔ مسجد کے باہر استقبالیہ لگایا گیا' جس میں ہماری ایک تنظیمی بہن آنے والی مہمان خواتین کے نام اور پتے درج کرتی رہیں۔ استقبالیہ میں ہی ایک طرف امیر محترم کی کتابوں اور کیسٹوں کا سٹال بھی لگایا گیا۔

پروگرام کے مطابق ٹھیک ۹ بجے سٹیج سیکرٹری صاحبہ نے پروگرام کے آغاز کا اعلان کیا۔ اجتماع کی کارروائی شروع ہونے سے پہلے ہی خواتین ہال پوری طرح بھر چکا تھا اور مزید آنے والی خواتین کے بیٹھنے کے لئے ہال سے ملحق کلینک بھی کھول دیا گیا تھا۔ اجتماع کا آغاز تلاوتِ قرآنِ حکیم اور اس کے ترجمہ و تشریح سے ہوا۔ اس کے بعد محترمہ ناظمہ صاحبہ نے مختصراً افتتاحی خطاب کیا۔

خطاب محترمہ ناظمہ صاحبہ

محترمہ ناظمہ صاحبہ نے سب سے پہلے ان خواتین کا شکریہ ادا کیا جو اس گرمی کے موسم میں صرف رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر تشریف لائی ہیں اور صرف خدا اور اس کے رسولؐ کی باتیں سننے آئی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تنظیمِ اسلامی کا حلقۂ خواتین صرف اسی لئے قائم ہوا ہے کہ ہم بندگیٔ ربّ اور شہادت علی الناس کے ضمن میں اپنے فرائض ادا کر سکیں۔ الفاظِ قرآنی: "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ" کی روشنی میں جنّ و انس کی تخلیق کا مقصد ہی بندگیٔ ربّ ہے۔ انہوں نے آیۂ مبارکہ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا الخ سے استشہاد کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں بہترین اور معتدل امّت بنایا ہے تو وہ اس لئے نہیں بنایا کہ ہم خدا کے ناشکرے بن جائیں اور اس کا حکم ماننے سے انکار کر دیں' بلکہ اس لئے بنایا ہے کہ ہم اسی کی بندگی اور اطاعت کریں اور اس کے دین کی تبلیغ و اشاعت کریں۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نے اپنی ظاہری آنکھیں تو کھول رکھی ہیں مگر دل کی آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ دل کی آنکھیں کھولنے کے لئے ہمیں کیا کرنا ہے؟ ہمیں خدا کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رکھنا ہے جس کا حکم "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا" کے الفاظ میں دیا گیا ہے۔ اللہ کی یہ رسّی قرآنِ حکیم ہے۔ یہی راہِ ہدایت ہے' یہی ایمان و یقین کا منبع اور سرچشمہ ہے اور یہی ہماری دعوت کی بنیاد ہے۔ ہمیں اس کو پڑھنا ہے' سمجھنا ہے' اس پر عمل کرنا اور اپنے بچوں کی تربیت اسی کے سائے میں کرنی ہے۔

آج کل ماحول پر بے سکونی اور بے اطمینانی کے جو سائے لہرا رہے ہیں وہ اسی لئے ہیں کہ ہم نے قرآن کو غلافوں میں لپیٹ کر رکھ دیا ہے۔ ہم اس کو پڑھیں گے اور سمجھیں گے تو تب ہی ہمیں معلوم ہوگا کہ اسلام میں کس چیز کی کتنی اہمیّت ہے۔ کس چیز سے ہمیں رُکنا ہے اور کس پر عمل کرنا ہے۔ ایک عورت کے حقوق کیا ہیں' فرائض کیا ہیں اور اس کا دائرہ عمل کتنا ہے۔ ہمیں اپنے اس دائرۂ عمل میں رہتے ہوئے اپنے فرائض بجا لانے ہیں۔ اپنے خطاب کے

اختتام پر محترمہ ناظمہ صاحبہ نے خواتین سے درخواست کی کہ وہ خاموشی اور سکون کے ساتھ باقی پروگرام سنیں۔

محترمہ ناظمہ صاحبہ کے مختصر خطاب کے فوراً بعد امیرِ محترم کا خطاب شروع ہوگیا۔ امیرِ محترم کے خطاب کا موضوع "خواتین کی دینی ذمّہ داریاں" تھا۔ انہوں نے بہت ہی احسن طریقے سے سمجھایا کہ مسلمان ہونے کے ناطے خواتین پر کیا کیا ذمّہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور ان کے حقوق و فرائض کیا ہیں؟ (یہ مکمل تقریر ترتیب و تسوید کے بعد اسی شمارے میں شائع کی جا رہی ہے)۔ خواتین نے امیرِ محترم کے اس خطاب کو بہت ہی توجّہ اور انہماک سے سنا اور اس سے ان کے ذہنوں میں اس موضوع سے متعلق جو اشکالات تھے وہ بہت حد تک دور ہوگئے۔

بہنوں کا اظہار خیال اور تأثرات

گیارہ بجے امیرِ محترم کی تقریر ختم ہوگئی اور خواتین کا اپنا پروگرام حمدِ باری تعالیٰ سے دوبارہ شروع ہوا۔ میری تنظیمی بہنوں نے مختلف موضوعات پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ مثلاً تنظیمِ اسلامی کی دعوت' اسلام اور عورت' اسلام میں پردے کی اہمیّت' حقوق الزّوجین' وغیرہ۔ اس کے علاوہ درمیان میں دلچسپی کے لئے حمد اور نعتیں وغیرہ بھی پیش کی جاتی رہیں۔ لیکن جو موضوع خواتین میں سب سے زیادہ دلچسپی اور توجّہ کا باعث بنا وہ میری چند تنظیمی بہنوں کا تنظیمِ اسلامی میں شمولیت کے بارے میں اظہارِ خیال تھا۔ انہوں نے بتایا کہ تنظیمِ اسلامی میں کیا چیز اُن کو متأثر کر گئی جو وہ اس راہ میں ہماری ساتھی بنیں ------ اس راہ میں انہیں کیا کیا مشکلات پیش آئیں ------ اور تنظیم میں شامل ہونے کے بعد انہوں نے امیرِ محترم' ان کے اہلِ خانہ اور ان کے ساتھیوں کو کیسا پایا!

قارئین کی دلچسپی کے لئے میں ان کے خیالات مختصراً آپ تک پہنچاتی ہوں۔

☆ ... اس کے لئے سب سے پہلے دعوت دی گئی محترمہ مسز عبدالغفور صاحبہ کو' جو طویل عرصہ کینیڈا میں گزار کر تشریف لائی ہیں۔ انہوں نے بتایا:

"۱۹۷۰ء میں جب ڈاکٹر صاحب کینیڈا تشریف لائے تو میں نے پہلی دفعہ ان کی تقریر سنی۔ تقریر کے دوران مرد اور عورتیں علیحدہ علیحدہ تھیں' لیکن چائے کے لئے سب اکٹھے ہوگئے۔ اس پر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ آپ لوگ اکٹھے کیوں ہوگئے ہیں؟ یہ طریقہ غیر اسلامی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ بات مجھے بہت پسند آئی کہ آج کل تو کوئی بھی منکرات کے خلاف اتنی جرأت

سے نہیں بولتا کوئی بھی حقیقت بیان نہیں کرتا۔ اس کے بعد سے میں نے ڈاکٹر صاحب کی کتابیں پڑھنی شروع کیں اور کیسٹس سنیں تو محسوس کیا کہ اس شخص کا قرآن پاک سمجھانے کا طریقہ بالکل ہی منفرد ہے۔ یہ جو کہتا ہے دل میں اترتا چلا جاتا ہے۔ اور پھر میں نے ڈاکٹر صاحب کے دروس کے کیسٹس کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ سارا دن کام کے دوران کیسٹس سنتی رہتی، یہاں تک کہ منتخب نصاب کے کیسٹس مجھے حفظ ہوگئے۔ ۱۹۸۲ء میں میں نے بیعت کر کے تنظیم میں شمولیت اختیار کرلی۔ اس کے بعد مجھے امیرِ محترم کا گھرانہ دیکھنے کا تجسس اور اشتیاق تھا' کیونکہ کینیڈا میں بہت سے لوگ امیرِ محترم کے مخالف تھے اور ان کے اور ان کے گھر والوں کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ میں صرف ان کا گھرانہ دیکھنے پاکستان آئی تھی۔ جب میں ان کی اہلیہ اور بیٹیوں سے ملی اور ان کا گھربار دیکھا جو کہ نہایت ہی سادہ تھا تو میں بہت زیادہ متأثر ہوئی اور تنظیمِ اسلامی کے ساتھ میری دلی وابستگی مزید پختہ ہوگئی۔ واپس کینیڈا جا کر میں نے تبلیغی کام شروع کیا۔ امیرِ محترم کی کیسٹس سے دُروس تیار کرتی اور خواتین کو اکٹھا کر کے درس دیتی۔ ہزاروں کی تعداد میں کیسٹس میں نے خود تیار کر کے لوگوں کو دیئے ہیں۔"

☆ ... محترمہ مسز عبدالغفور کے بعد دعوت دی گئی محترمہ زرّیں عبدہٗ صاحبہ کو کہ وہ بتائیں کہ وہ کس طرح تنظیم میں شامل ہوئیں۔ انہوں نے کہا:

"میرا تعلق ایک بہت ہی ماڈرن اور ٹھاٹھ باٹھ والے خاندان سے ہے۔ دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ میں نے قرآن شریف بھی ترجمہ سے پڑھا۔ قانون کی تعلیم حاصل کی' تاکہ دیکھوں کہ آیا ہمارا قانون قرآن کے مطابق ہے؟ لیکن میں نے قانون کو قرآن کے مطابق نہ پایا۔ تاریخ میں ایم اے کیا۔ فقہ وغیرہ جیسے علوم بھی پڑھے' لیکن سب کچھ پڑھ کر بھی ایک کمی کا احساس تھا' کیونکہ جو کچھ بھی پڑھا اس پر عمل نہ کیا۔ ایک دفعہ ڈاکٹر صاحب کے سورۃ الرحمٰن کے درس کی ویڈیو کیسٹ میرے ہاتھ لگی۔ وہ میں نے دیکھی' بار بار دیکھی اور پھر میری طلب بڑھتی گئی۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کی ہر آڈیو' وڈیو کیسٹ حاصل کی۔ اس معاملے میں اکیڈمی والوں نے میرے ساتھ بہت تعاون کیا اور مجھے بیس پچیس سال پرانی کیسٹس کے ماسٹر پرنٹس سے پرنٹ بنا کر دیئے۔ اور یوں قرآن میری سمجھ میں آتا گیا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ قرآن اس وقت تک سمجھ میں نہیں آتا جب تک کہ کسی عالمِ باعمل سے نہ سنا جائے۔ اور پھر ڈاکٹر صاحب کا اندازِ بیان بھی اتنا خوبصورت ہے کہ اُس نے مجھے قرآن کی طرف راغب کر دیا۔ پھر بھی میں محسوس کرتی تھی کہ اس وقت تک یہ چیزیں عمل سے باہر رہیں گی جب تک کہ میں خود ان کا

اور ان کے اہل خانہ کا طرزِ عمل نہ دیکھ لوں۔ چنانچہ میں نے ڈاکٹر صاحب سے اور ان کے گھر والوں سے ملاقات کی اور مجھے یقین ہو گیا کہ ان کے قول اور فعل میں تضاد نہیں ہے۔ ان کے ہاں اسی طرح کا شرعی پردہ رائج ہے جو یہ قرآن و سنّت سے بیان کرتے ہیں۔ اور ہمارے لئے بھی یہ چیزیں اتنی ہی ضروری ہیں جتنی کہ اُن کے لئے ہیں۔ چنانچہ میں نے احکامِ خداوندی کے مطابق زندگی گزارنے کا ارادہ کرلیا اور اپنے گھر والوں کو بھی اس کی دعوت دینے لگی۔ میں خدا کے حضور رو رو کر دُعا کرتی تھی کہ اے اللہ راہِ ہدایت ہمارے لئے واضح کر دے۔ میرے والد صاحب نے، جو کہ بہت ہی ماڈرن ہیں، ایک دفعہ دورۂ ترجمۂ قرآن کے دوران ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کی تو ڈاکٹر صاحب کی شخصیت نے انہیں بہت زیادہ متاثر کیا۔ اور پھر واقعی میرے سب گھر والے اس طرف آ گئے۔ میری چھوٹی بہن کراچی میں ہیں اور تنظیم کے لئے بہت کام کر رہی ہیں۔ مجھے خود تنظیم میں آئے ابھی چند روز ہوئے ہیں۔ ایک اور چیز جو تنظیم میں میری شمولیت کا محرّک بنی وہ یہ تھی کہ میرا دائرہ کار میرا گھر ہو گا۔ مجھے ہمیشہ سے ہی یہ بات مناسب معلوم نہیں ہوتی تھی کہ خواتین مردوں کی طرح گھر گھر جا کر دستک دیں اور تبلیغ کریں۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ فرمانا بالکل درست ہے کہ عورت کو اوّلین توجہ اپنی اولاد اور گھر پر دینی چاہئے۔ اس کے بعد اگر وقت ہو تو خواتین میں درس و تدریس اور تبلیغ و دعوت کا کام کیا جائے۔"

☆... خواتین کے اجتماع کے دوسرے حصّے میں (یعنی نماز اور کھانے کے بعد) مزید تین بہنوں نے اظہارِ خیال کیا۔ اس کے لئے سب سے پہلے محترمہ مسز ڈاکٹر نجیب صاحبہ کو دعوت دی گئی۔ انہوں نے بتایا:

" میرے شوہر زمانہ طالب علمی سے ہی امیر محترم کے ساتھ تھے۔ اور اُس وقت سے ان کے دروس وغیرہ سن رہے ہیں جب امیرِ محترم نے کلینک کے ساتھ ساتھ دُروسِ قرآن کا وسیع سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ شادی کے کچھ عرصے بعد جب میرے خاوند نے اپنی ذات پر احکامِ خداوندی نافذ کرنے کے ساتھ ساتھ مجھ سے بھی اسی چیز کا مطالبہ کیا اور خاص طور پر شرعی پردہ کرنے کا حکم دیا تو یہ چیز مجھے بہت ہی مشکل لگی۔ اور یہ معاملہ اس حد تک سنگین ہو گیا کہ مجھے ڈاکٹر اسرار سے نفرت سی ہو گئی کیونکہ اس وقت تک میں نے ان باتوں کو خود سمجھ کر قبول نہیں کیا تھا۔ پھر میں نے دین کو سمجھنے کے لئے تقریباً ایک سال تک دوسری جماعتوں کے دُروس وغیرہ سنے اور ان کا لٹریچر پڑھا۔ میں اپنے رب سے دُعا کرتی رہتی کہ اے اللہ مجھ پر حقیقت واضح کر دے۔ پھر میں نے تنظیمِ اسلامی کو پرکھنا شروع کیا۔ ڈاکٹر صاحب کو بہت نزدیک سے دیکھا اور سنا۔ ان کے اہلِ خانہ سے ملاقات کی اور مجھ پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ یہی وہ

شخصیت ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔ ڈاکٹر صاحب ایسی بارعب اور پروقار شخصیت کے مالک ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے۔ میں نے یہ بات شدّت سے محسوس کی کہ یہ وہ باپ ہے جو اپنے بچوں کو دوزخ کی آگ سے بچانا چاہتا ہے اور انہیں دوزخ اور جنّت پر اس طرح یقین ہے کہ گویا وہ خود اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔ میں نے ان کی آواز پر لبیک کہا اور اب وہ شخص جس سے مجھے نفرت تھی مجھے دنیا کی ہر ہستی سے زیادہ عزیز ہے کہ اس کے ذریعے میں نے راہِ ہدایت پائی ہے اور اب میں دل و جان سے اپنا سب کچھ اس راہ میں قربان کرنے کو تیار ہوں۔ جو بہنیں تنظیم میں شامل نہیں ہیں ان کو میں دعوت دیتی ہوں کہ وہ آئیں اور دیکھیں کہ تنظیم کی دعوت کیا ہے؟ تنظیم کی دعوت کی بنیاد قرآن حکیم ہے اور یہی ہماری سرگرمیوں کا مرکز و محور ہے۔ اسی کا سیکھنا سکھانا اور اس کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنا ہمارا مقصد ہے۔"

☆ ... اس کے بعد محترمہ بیگم فیاض حکیم صاحبہ کو دعوت دی گئی کہ وہ اپنے تجربات کی روشنی میں اظہارِ خیال کریں۔ ان کا کہنا ہے:

"میں اور میرے شوہر ڈاکٹر صاحب سے ٹی وی پروگرام "الھدیٰ" کے ذریعے سے متعارف ہوئے۔ اس کے بعد میرے شوہر نے ڈاکٹر صاحب کے خطاباتِ جمعہ میں باقاعدگی سے شرکت شروع کر دی اور ان میں تبدیلی آنی شروع ہو گئی۔ ۱۹۸۶ء میں میرے شوہر نے ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ پر سمع و طاعت کی بیعت کی۔ اب مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تبلیغی جماعت سے وابستہ افراد کی طرح یہ بھی گھربار سے لاتعلق ہو جائیں لیکن الحمدللہ ایسا نہ ہوا۔ دین بھی آ گیا اور مناسب حد تک دنیا بھی رہی۔ ان چیزوں سے متاثر ہو کر میں نے بھی بیعت کر لی اور اب دینِ اسلام کو اپنے اور اپنے بچوں پر نافذ کرنے کی کوشش میں ہوں۔ ایک چیز جس میں مجھے کافی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا وہ شرعی پردے کا اعلان تھا۔ اس معاملے میں ہمارا ساتھ صرف ہم دونوں کے والدین نے دیا اور باقی خاندان کے لئے اب ہم اجنبی بن کر رہ گئے۔ لیکن مجھے سکون ہے کہ ہمارا خدا راضی ہے۔ وہ ہمارے ساتھ ہے۔ اب میرے گھر میں ماہانہ اجتماع ہوتا ہے اور میں اپنی رشتہ دار خواتین کو بھی دعوت دیتی ہوں کہ وہ تشریف لائیں اور محسوس کریں کہ ہمارے دین کے ہم سے کیا تقاضے ہیں؟"

☆ ... اس کے بعد دعوت دی گئی محترمہ مسز شاہد عبداللہ صاحبہ کو کہ وہ اس راہ میں پیش آنے والی اپنی مشکلات اور مسائل بیان کریں۔ انہوں نے کہا:

"میرا اور میرے شوہر کا تعلق ایسے خاندان سے ہے جو محض نام کے مسلمان کہلائے جاتے

ہیں۔ ہمیں نہ کسی نے دین سکھایا تھا' نہ ہم نے خود سیکھا۔ شادی کے بعد ہم ایران چلے گئے' جہاں شاہ کی حکومت تھی اور ایرانی خواتین اپنے لباس کے معاملے میں یورپی خواتین سے کسی طرح کم نہ تھیں۔ شوہر کی طرف سے مجھ پر قطعاً کوئی روک ٹوک نہ تھی' لہٰذا میں نے بھی اپنے آپ کو اسی رنگ میں رنگنا شروع کر دیا۔ پھر ہم سعودی عرب چلے گئے جہاں قانوناً چادر لازمی تھی' اس لئے باہر نکلتے ہوئے مجھے بھی چادر اوڑھنی پڑتی جو مجھے بہت ناگوار گزرتی۔ ۱۹۸۱ء میں پاکستان آنے کے بعد میرے شوہر اپنے ایک دوست کی وجہ سے اسلام کی طرف راغب ہونا شروع ہوگئے۔ ۱۹۸۲ء میں مرکزی انجمن خدام القرآن کے رُکن بنے' لیکن مجھ سے یہ بات چھپائے رکھی۔ ۱۹۸۵ء میں بیعت کرنے کے بعد جب انہوں نے مجھ پر روک ٹوک شروع کی تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ تنظیم میں شمولیت اختیار کر چکے ہیں۔ نماز روزے کی حد تک تو میں نے اپنے شوہر کی بات مان لی' لیکن جب انہوں نے پردہ کرنے کا حکم دیا ------ اور وہ بھی شرعی پردہ' تو پھر میں نے اپنے سسرال والوں کے ساتھ مل کر اُن کی بہت مخالفت کی۔ چند ماہ تک ہمارے گھر کے حالات بہت کشیدہ رہے' آخر تنگ آکر میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ آپ مجھے کسی ایسے گھر میں لے کر تو جائیں جہاں شرعی پردہ نافذ ہو' کیونکہ میرے خیال میں یہ بات ناممکن تھی۔ اس پر وہ مجھے ڈاکٹر صاحب اور تنظیم کے کچھ رفقاء کے گھر لے گئے تو مجھ پر ایک طرف تو یہ انکشاف ہوا کہ فی زمانہ بھی ایسا پردہ ممکن ہے' اور دوسری طرف حوصلہ بڑھا اور میں نے ڈاکٹر صاحب کی کتابیں اور کیسٹس سننی شروع کر دیں۔ الحمدللہ میں آہستہ آہستہ خود ہی اس طرف راغب ہوتی چلی گئی اور میں نے صرف رضائے الٰہی کے لئے دین پر عمل کرنا اور اس کو اپنے گھر میں نافذ کرنا شروع کر دیا۔ آخر کار میں تنظیم کی رکن بن گئی اور اب میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کی محبّت میں سب کی مخالفت مول لے سکتی ہوں۔ جب میں نے پردہ کیا تو سب سُسرال والوں نے میری بہت مخالفت کی اور میں نے اسے بڑے حوصلے سے برداشت کیا۔ میں نے اپنی بیٹیوں کو بھی بہت کم عُمری میں ہی پردہ کرنے پر رضامند کر لیا ہے۔ میری بچیاں برقعہ اوڑھ کر سکول جاتی ہیں تو ہم جماعت لڑکیاں بہت مذاق اڑاتی ہیں کہ تمہاری ماں نے تم پر ظلم کیا ہے۔ میں ان سے کہتی ہوں کہ تمہاری ماں نے تم پر ظلم نہیں کیا' بلکہ اُن کی مائیں اُن پر ظلم کر رہی ہیں جو وہ ان کو دوزخ کی آگ سے بچانے کی کوشش نہیں کر رہی ہیں۔ میں اپنے بچوں کی ہر وہ بات مانتی ہوں جو دین کے مطابق ہو۔ دین کے منافی کوئی بھی بات میں نہیں مانتی۔ میں اپنے گھر میں رہ کر جہاد کر رہی ہوں' کیونکہ عورت کو مرد کی طرح باہر نکل کر جہاد کرنے کا حکم نہیں ہے۔ گو مجھے دینی ماحول نہیں ملا' لیکن مجھے فخر ہے کہ میں اپنے بچوں کو دینی

ماحول دے رہی ہوں۔

بے پردگی کے بعد دوسری بڑی لعنت آج کے معاشرے کی بے جا رسمیں ہیں' جن سے ہمارا دین ہمیں روکتا ہے۔ تنظیم میں شمولیت کے بعد الحمدللہ کہ میں ان رسموں کو بھی چھوڑ چکی ہوں۔ شادی بیاہ کی رسمیں' مہندی' منگنی' سالگرہ' قُل' چالیسواں وغیرہ جیسی پاؤں کی بیڑیاں ہم نے کاٹ کر پھینک دی ہیں"

☆ ... مسز شاہد عبداللہ کے بعد دعوت دی گئی مسز میاں نعیم صاحبہ کو کہ وہ آکر اپنے خیالات سنائیں۔ انہوں نے بتایا:

"قرآن اکیڈمی آنے سے پہلے ہم کوئٹہ رہتے تھے۔ اسلام سے تعلق نماز روزے کی حد تک تھا۔ میرے میاں نے تنظیم اسلامی میں شامل ہونے کے بعد کہا کہ اب ہم اللہ کے احکام کی پوری پابندی کریں گے اور صحیح طور پر مسلمان بنیں گے۔ انہوں نے خاص طور پر جب مجھ سے پردہ کرنے کا کہا اور وہ بھی شرعی قسم کا تو آپ یقین کریں کہ میں بہت پریشان ہوئی کہ نہ جانے یہ کون سا اسلام ہے جس پر اب ہمیں چلنا ہوگا اور پردہ کر کے تو میں اپنے خاندان سے بالکل ہی کٹ جاؤں گی۔ ابھی میں گومگو کی حالت میں ہی تھی کہ میرے میاں نے مجھے بتایا کہ ہم لمبے عرصے کے لئے قرآن اکیڈمی جائیں گے' وہیں رہیں گے اور دین کی خدمت کریں گے۔ بہرحال یہ میرے میاں کا فیصلہ تھا' لہٰذا ہم یہاں آگئے۔ یہاں آکر میں ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ' ان کی بیٹیوں' بہوؤں اور قرآن اکیڈمی کی خواتین سے ملی۔ ان سب نے مجھے بہت پیار دیا۔ یہاں رہتے ہوئے سب کے ساتھ مل کر میرے لئے دین کے راستے پر چلنا آسان ہوگیا اور مجھے احساس ہوا کہ اصل رشتے یہی ہیں' ہم سب ایک ہی راہ کے مسافر ہیں' اور ایک مضبوط تعلق میں بندھے ہوئے ہیں۔ پچھلا وقت یاد آتا ہے تو احساس ہوتا ہے کہ وہ پریشانیاں سب وقتی تھیں۔ اصل چیز اللہ کی رضا ہے' جو ہمیں حاصل ہونی چاہئے۔ میرے دو بیٹے ماشاء اللہ اب حافظِ قرآن ہیں۔ اور اب شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کرنا اتنا ہی مشکل نظر آتا ہے جتنا کہ پہلے شریعت پر چلنا مشکل لگتا تھا۔ میں نے تمام رسم و رواج چھوڑ دیئے ہیں۔ میرے بھائی کا ولیمہ ہوا تو میں اس میں سارا وقت برقعہ اوڑھ کر بیٹھی رہی' کیونکہ میں اپنے خدا کو ناراض کرنے کا تصوّر بھی نہیں کر سکتی"

☆ ... مسز رفعت جو لندن سے تشریف لائی ہوئی ہیں' ان کا اظہارِ خیال اگرچہ پروگرام میں شامل نہ تھا لیکن دوسری بہنوں کے خیالات سن کر بے اختیار وہ بھی سٹیج پر تشریف لائیں اور انہوں نے اپنے بارے میں بتایا:

"میں ابھی لندن سے آئی ہوں اور اصل میں میں اپنا بیٹا' جو کہ ابھی تیرہ سال کا ہے' امیرِ محترم کے حوالے کرنے آئی تھی کہ یہ پہلے قرآن حفظ کرے اور پھر قرآن کالج میں ہی رہے تاکہ یہاں علمِ دین حاصل کرے۔ میرے ساتھ میری ایک دینی بہن طاہرہ بھی لندن سے اپنے بیٹے کو یہاں داخل کرانے آئی ہیں۔ لندن میں بھی تنظیم کا بہت کام ہو رہا ہے اور ہم مستقل طور پر ڈاکٹر صاحب کے کیسٹس وغیرہ (آڈیو' وڈیو) سنتے ہیں۔ یہاں میں صرف یہ دیکھنے آئی تھی کہ دیکھوں آیا ڈاکٹر صاحب جو کہتے ہیں اس پر عمل بھی کرتے ہیں؟ تو میں ان کے گھر والوں سے مل کر اور ان کا گھربار دیکھ کر بہت متاثر ہوئی ہوں کہ واقعی انہوں نے جو کہا وہ کر دکھایا۔"

☆ ... مسز حسن جو لندن سے تشریف لائی ہیں اور وہاں تنظیم کا بہت کام کر رہی ہیں' انہوں نے اپنے خیالات قلمبند کر کے دیئے ہیں:

"ہم لندن میں تبلیغی جماعت کے ساتھ منسلک تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ہمارا تعارف کیسٹس کے ذریعے ہوا اور ہمیں دین کے صحیح تصوّر کا پتہ چلا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے دین کو صحیح طریقے سے سمجھنے کی توفیق دی اور اس کے لئے ڈاکٹر صاحب کو وسیلہ بنایا۔ میں چاہتی ہوں کہ میں اب دل و جان سے اپنا سب کچھ تنظیم پر نچھاور کر دوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس کی توفیق دے۔ (آمین)"

☆ ... اس اجتماع اور تنظیم کے بارے میں مسز اقتدار احمد (مدیر 'ندا') کے خیالات وقت کی کمی کی وجہ سے اجتماع کا حصّہ نہ بن سکے۔ چنانچہ ان سے میں نے اجتماع کے بعد درخواست کی کہ جو آپ نے فرمانا تھا وہ مختصراً مجھے لکھ دیں' تاکہ میں آپ کے خیالات بھی اپنی رپورٹ میں شامل کر لوں' اس لئے کہ یہ بھی سلسلۂ اظہارِ خیال ہی کی ایک کڑی ہے۔ انہوں نے اپنے تأثرات ان الفاظ میں تحریر کئے ہیں:

"اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تنظیمِ اسلامی کے حلقۂ خواتین کا اپنی نوعیت کا پہلا سالانہ اجتماع بڑی خوبی سے منعقد ہوا۔ ہمارے پیشِ نظر کامیابی تو آخرت کی ہونی چاہئے' لیکن اگر دنیا میں بھی اپنے کام کے نتائج حوصلہ افزا نظر آنے لگیں تو یہ اللہ کا خصوصی فضل و کرم ہے۔ اس اجتماع کی رونق اور بھرپور حاضری سے میری ان بیٹیوں اور بہنوں کا خون سیروں بڑھا ہوگا جنہوں نے اس کے لئے دن رات محنت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس مشقت کو شرفِ قبولیت بخشے اور اس کام میں برکت ڈال دے جس کا بیڑا ہم نے اٹھایا ہے۔ اس اجتماع میں میری بیٹیوں اور بہنوں نے بہت ہی اچھے عزائم اور خیالات کا اظہار کیا ہے۔ درحقیقت ہم پابند بھی اپنے ارادوں میں استقامت کے ہیں اور اس کے لئے بھی توفیقِ الٰہی کے محتاج ہیں' کیونکہ ارادوں کی تکمیل تو

بہرصورت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اجر و ثواب سے نوازے محترمہ ناظمہ صاحبہ کو اور اُن کی مشیر و معاون کو' جو ان کی بڑی صاحبزادی ہیں۔ ان کی انتھک کوششوں سے حلقۂ خواتینِ تنظیمِ اسلامی اس مقام کو پہنچا ہے۔ ان کی پوری زندگی ہم تنظیمی بہنوں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت اور تندرستی عطا کرے اور دین و دنیا کی نعمتوں سے نوازے۔

میرا تعلق شادی سے پہلے ہی تحریکِ جماعتِ اسلامی سے تھا۔ گویا اسلام کا تحریکی تصوّر میری گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ خاندان سے باہر شادی کا سبب بھی جماعتِ اسلامی سے تعلق ہی تھا کہ اُس وقت برادرِ محترم ڈاکٹر اِسرار احمد بھی میرے والد کی طرح جماعتِ اسلامی کے رُکن تھے۔ ڈاکٹر اِسرار احمد مجھے بہو کی طرح بیاہ کر لائے اور یوں وہ میرے جیٹھ نہیں' بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر بزرگ ہیں۔ بعد میں بھی انہوں نے میرے ساتھ بہنوں والا سلوک رکھا اور ہر معاملے میں میری رہنمائی فرمائی۔ بیعت تو بہت بعد کی بات ہے' ان کے کام سے میرا ذہنی اور قلبی لگاؤ اتنا ہی پرانا ہے جتنی کہ ان کی تنظیم۔

اپنی بیٹیوں اور بہنوں کے حالات اور خیالات سُن کر مجھے بہت رشک آیا کہ وہ بہت آزمائشوں سے گزر کر اس راہ میں ہماری ساتھی بنی ہیں۔ جس نے اس راہ میں جتنی محنت کی ہوگی اس کو اس کے مطابق اجر ملے گا۔ میرا معاملہ یہ ہے کہ سب کچھ پکا پکایا ملا۔ دینی ماحول میں پلی بڑھی' شادی کے بعد اس سے بڑھ کر دینی ماحول میسّر آگیا' البتہ شرعی پردے کے اعتبار سے کچھ کمی تھی' جو تنظیم کی طرف سے حکم ملنے کے بعد پوری کر دی گئی۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس میں کچھ بڑی مشکل پیش نہ آئی۔ خاندان والوں کی طرف سے کچھ مخالفت کا سامنا تو ہوا' لیکن یہ مخالفت اس راہ میں قطعًا حائل نہ ہوئی۔ البتہ کچھ عجیب سا ضرور محسوس ہوا کہ اپنے شوہر کے جن بھانجوں اور بھتیجوں کو اپنی گود میں کھلایا تھا' ان سے اپنے آپ کو چھپانا لازم ہوا' اور دیور جیٹھ جن کے ساتھ ایک ہی گھر میں بہن کی طرح رہی' ان سے بھی پردہ کیا۔ کچھ وقتی سا احساس تھا کہ یہ کام مشکل ہو جائے گا' لیکن بحمداللہ یہ کام مشکل ثابت نہیں ہوا۔ نیت راست ہو تو ہر کام آسان ہو جاتا ہے۔

اللہ کا صد شکر ہے کہ اس کی توفیق سے نہ صرف میں' بلکہ میرے شوہر اور بچے سب دل و جان سے اس کام کے ساتھ ہیں۔ جہاں اور جس وقت ضرورت پڑے گی' ان شاء اللہ ہم اپنا تن من دھن قربان کر دیں گے۔ میرے گھر میں الحمدللہ تنظیمِ اسلامی کے اجتماعات باقاعدگی سے ہوتے ہیں' مردوں کے بھی اور خواتین کے بھی۔ اس پر بھی میں خدا کا شکر ادا کرتی ہوں کہ اس نے اپنے خصوصی فضل سے مجھے توفیق دی کہ میں ان لوگوں کی خدمت کرتی ہوں جو اس کے

دین کی خدمت کرتے ہیں۔ میرا گھربار ہر وقت اس کام کے لئے حاضر ہے اور میں اپنے خدا سے دعاگو ہوں کہ وہ مجھے مزید توفیق دے کہ میں اپنے دائرۂ عمل میں رہتے ہوئے دین کی جتنی خدمت کر سکوں ضرور کروں!!"

☆ ☆ ☆

اظہارِ خیال کے علاوہ میری بہنوں نے بہت سے دیگر موضوعات پر بھی تقریریں کیں، لیکن رپورٹ کی طوالت کے ڈر سے میں مزید کچھ نہیں لکھ رہی۔ ہمارا اجتماع پانچ بجے ختم ہونا تھا، لیکن چونکہ ابھی بہت سی بہنوں نے اپنے مضامین پڑھ کر سنانے تھے، لہٰذا سامعات کے بھرپور اِصرار پر اجتماع ایک گھنٹہ مزید جاری رہا۔ اس کے باوجود میری بعض بہنیں اپنے مضامین نہ پڑھ سکیں۔ پورے چھ بجے سٹیج سیکرٹری صاحبہ نے اجتماع کے اختتام کا اعلان کیا اور اس کے بعد اجتماعی دُعا مانگی گئی۔ اس طرح ہمارا اجتماع بحسن و خوبی اپنے اختتام کو پہنچا۔

الحمدللہ کہ ہمارا یہ اجتماع بہت کامیاب رہا۔ حاضری ہماری توقع سے بڑھ کر تھی۔ میں اپنی ان تمام کارکن بہنوں کا، جنہوں نے اس اجتماع کے لئے محنت کی، محترمہ ناظمہ صاحبہ کی طرف سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی محنت و کوشش کو قبول فرمائے اور انہیں جزائے خیر سے نوازے۔ میری بہنوں نے بھرپور کوشش کی کہ مہمان خواتین جو شدید گرمی میں اس اجتماع میں تشریف لائی ہیں، کسی مشکل سے دوچار نہ ہوں اور اجتماع گاہ میں ان کی نشست اور خورد و نوش کے انتظام کے علاوہ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے سنبھالنے کا بھی مناسب بندوبست ہو ---- اور الحمدللہ یہ تمام انتظامات مکمل تھے۔

میری اس رپورٹ میں کمی رہے گی اگر میں اپنے ان تنظیمی بھائیوں کا ذکر نہیں کروں گی جن کا بھرپور تعاون اس سلسلے میں ہمارے ساتھ رہا۔ تنظیمی بھائیوں نے دفتروں سے چھٹی لے کر بچوں کو گھروں میں سنبھالا اور اپنی خواتین کو اجتماع میں شرکت کے لئے قرآن اکیڈمی بھیجا، بلکہ اکثر حضرات خواتین کو خود چھوڑنے اور پھر واپس لینے آئے۔ اس کے علاوہ انتظامات کے معاملے میں اکیڈمی کے مردوں نے اور خاص طور پر سراج الحق سیّد صاحب نے ہمارے ساتھ بہت تعاون کیا اور ہمیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دی۔ میں محترمہ ناظمہ صاحبہ کی طرف سے ان سب حضرات کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں۔

میں سمجھتی ہوں کہ اس دنیا میں ہم جس چیز کے لئے محنت کرتے ہیں اس چیز کی کامیابی ہمارے لئے نقد انعامِ خداوندی ہے۔ اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں ڈھیر سارے اجر و ثواب سے نوازے۔ (آمین)

○○

نگاہِ واپسیں

سالانہ رپورٹ
تنظیمِ اسلامی کراچی
برائے سال ۱۹۹۰ء

(جو تنظیمِ اسلامی پاکستان کے سولہویں سالانہ اجتماع میں پیش کی گئی)

ہم سب پر اللہ رب العزّت کی حمد و ثنا اور اس کا شکر واجب ہے کہ اس نے اپنے خاص فضل و کرم سے ہمیں مسلمانوں میں پیدا فرمایا، پھر ہمیں دین کے حقیقی مطالبات اور فرائض کا شعور عطا کیا اور پھر اقامتِ دین کی جدّوجہد کے لئے ایک ایسی جماعت میں شمولیت کی توفیق عطا فرمائی جو ٹھیٹھ اسلامی اصولِ بیعت کے طریقہ پر قائم ہے۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کا صدہا صد شکر ہے کہ اس کی توفیق سے ہم آج اس تنظیم کے سولہویں سالانہ اجتماع میں شرکت کر رہے ہیں۔

عزیز رفقاء گرامی! میری آپ حضرات کے سامنے حاضری کی غرض یہ ہے کہ مجھے کراچی تنظیم کی ایک ایسی رپورٹ پیش کرنے کے لئے کہا گیا ہے جس میں سالِ گزشتہ کی کارکردگی کے ساتھ اس کی سرگرمیاں اس کی تاسیس سے شامل ہوں۔ میری انتہائی کوشش کے باوجود رپورٹ کچھ طویل ہوگئی ہے جس کے لئے میں آپ حضرات سے پیشگی معذرت خواہ ہوں۔

رفقاء گرامی! آپ کو یہ جان کر یقیناً حیرت ہوگی کہ تنظیمِ اسلامی کراچی حقیقی معنوں میں لاہور میں قائم ہوئی۔ یہ تاریخ تھی ۲۸ر مارچ ۷۵ء۔ یہ وہی تاریخ ہے جب لاہور میں ۶۲ افراد نے تنظیمِ اسلامی پاکستان قائم کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ کراچی کی خوش قسمتی ہے کہ ان ۶۲ افراد میں سے ۹ کا تعلّق کراچی سے تھا۔ اس کے علاوہ مزید ۶ افراد نے داعیٔ عمومی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے کراچی کے پہلے دورہ پر شمولیت اختیار کی۔ اس طرح کراچی میں ۱۵ افراد کا ایک قافلہ تیار ہوا جس کے ناظم محترم شیخ جمیل الرحمٰن مقرّر کئے گئے۔ تقریباً ڈھائی سال تک تنظیم اسی ڈگر پر چلتی رہی، یہاں تک کہ ستمبر ۷۷ء میں جمہوری اور دستوری طریقۂ کار کو چھوڑ کر سنّت نبویؐ کے عین مطابق بیعت کے اصول پر نظام تشکیل دینے کا تاریخ ساز فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ عبوری دور کے تمام رفقاء کی رکنیت معطّل کر دی گئی اور صرف وہ لوگ اس تنظیم میں شامل

ہوئے جنہوں نے نئے نظام العمل کے مطابق امیر تنظیمِ اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدّ ظلّہ' کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کی کل تعداد ۱۴۰ تھی۔

امیرِ محترم کراچی کی تنظیم کی حیثیت کو مقامی حالات کی روشنی میں وقتاً فوقتاً رفقاء کے مشورہ سے تبدیل کرتے رہے۔ کبھی اس کو وحدانی حیثیت دی اور کبھی اس کو تین یا چار حصّوں میں تقسیم کر کے ہر حصّہ کا الگ الگ امیر مقرر کیا۔ کراچی تنظیم کے امیر کی حیثیت سے مختلف ادوار میں محترم شیخ جمیل الرحمٰن صاحب' جناب قاضی عبدالقادر صاحب' جناب عبدالرزّاق صاحب' جناب مختار حسین فاروقی صاحب' جناب ڈاکٹر تقی الدّین صاحب اور جناب سراج الحق سیّد صاحب نے فرائض انجام دیئے۔

امیرِ محترم نے اپریل ۸۶ء میں تنظیم کی رفاقت کے لئے نیا بیعت فارم متعارف کرایا اور سالانہ اجتماع میں اعلان فرما دیا کہ آئندہ سے وہی افراد تنظیمِ اسلامی کے رفقاء قرار دیئے جائیں گے جو اس نئے فارم کو پُر کریں گے۔ ۱۴۵ میں سے ۸۹ رفقاء نے نیا بیعت فارم پُر کر کے تنظیم کی رفاقت جاری رکھی۔

۲۹ر اکتوبر ۸۴ء کراچی کی تنظیم کے لئے خاص اہمیت کا حامل ہے۔ یہ وہ تاریخ تھی جس سے کراچی میں "شامِ الہدیٰ" کا آغاز تاج محل ہوٹل کے موتی محل آڈیٹوریم سے ہوا۔ اس میں امیرِ محترم نے سورۃ الحجرات کا درس دیا۔ پیش نظر یہ بات تھی کہ پاکستان ٹیلی وژن کا مشہور دینی پروگرام "الہدیٰ" جہاں سے ختم ہوا تھا وہیں سے دروس کا آغاز کیا جائے' تاکہ منتخب نصاب مکمل ہو سکے۔ یہ پروگرام اگرچہ انجمن خدّام القرآن کے تحت ہو رہے تھے' لیکن ان کے ذریعے رفقاء کو تنظیمِ اسلامی کو متعارف کروانے کا کچھ نہ کچھ موقع مل رہا تھا۔ بعد میں چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر یہ پروگرام بند کر دیا گیا۔

۸۶ء کے ماہِ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ نے کراچی کو یہ سعادت عطا فرمائی کہ نمازِ تراویح کے ساتھ امیرِ محترم کا دورۂ ترجمۂ قرآن کا روح پرور پروگرام جامع مسجد ناظم آباد نمبر ۵ کے بالائی ہال میں منعقد ہوا۔ اس پروگرام کو ٹیلی فون ریلے سسٹم کے ذریعہ مزید ۳۵ مقامات پر سنا گیا۔ یہ پروگرام نتائج کے لحاظ سے بہت دور رس ثابت ہوا۔ دورۂ ترجمۂ قرآن کے اختتام پر امیر محترم نے شرکاء کو تنظیمِ اسلامی کے کام سے متعارف کروایا' جس کے نتیجے میں تقریباً ۵۰ افراد نے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔

دسمبر ۸۸ء میں کراچی میں پہلی مرتبہ محاضراتِ قرآنی کا انعقاد ہوا۔ نامساعد حالات اور وسائل کی کمی کے باوجود رفقاء نے اللہ کی تائید اور اپنی محنت و لگن سے اس پروگرام کو جس

قدر کامیاب بنایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

مئی ۹۰ء میں جب امیرِ محترم نے کراچی تنظیم میں نئی تبدیلی کی اس وقت کراچی تنظیم تین حصّوں ـــــــ جنوبی، شمالی اور شرقی میں منقسم تھی۔ جنوبی تنظیم کی امارت جناب عبدالواحد عاصم صاحب کے پاس، شمالی تنظیم کی جناب شعیب الرحیم صاحب کے پاس اور شرقی تنظیم کی جناب طارق سعید صاحب کے پاس تھی۔ جبکہ محترم شیخ جمیل الرحمٰن صاحب امیر حلقہ تھے۔ ۷؍ مئی ۹۰ء کو امیرِ محترم کے مشورہ سے کراچی کی تینوں تنظیموں کو ضم کر کے ایک تنظیم بنا دی گئی اور امیرِ محترم نے رفقاء کے مشورہ سے اس کی امارت کی ذمّہ داری مجھ ناتواں کے کاندھوں پر ڈالی۔ آپ کو علم ہو گا کہ کراچی کی تنظیم سے قبل میرا تعلق ابوظہبی (امارات) کی تنظیم سے تھا اور میں تقریباً ۲۱ سال بعد مستقل طور پر کراچی منتقل ہوا تھا، اس لئے میرے لئے یہ ایک انتہائی مشکل اور کٹھن امر تھا۔ لیکن جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہم جس نظم سے منسلک ہیں اس میں اپنی مرضی کو کوئی دخل نہیں ہے۔ امیر کے حکم کے سامنے ہمیں ہر حال میں سر جھکانا ہے۔ اس لئے خواہش نہ ہونے کے باوجود بھی مجھے امارت قبول کرنا پڑی۔ میری معاونت کے لئے محترم عبدالواحد عاصم صاحب کو ناظم، محترم واحد علی رضوی صاحب کو معتمد اور محترم شاہد علی صاحب کو ناظم بیت المال مقرر کیا گیا۔ اس کے علاوہ محترم شیخ جمیل الرحمٰن صاحب کو امیرِ تنظیم اسلامی کراچی کا معاون خصوصی بنایا گیا۔

اپنے موجودہ خاص حالات کی بناء پر میرا تقریباً کل وقت تنظیم کے کاموں پر صرف ہوتا ہے۔ ہمارے سارے کام عام طور پر مشاورت کے ذریعہ طے پاتے ہیں۔ مجلسِ مشاورت میں ناظم، معتمد اور ناظم بیت المال کے علاوہ منتخب نمائندے اور نقباءِ اعلیٰ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ خصوصی معاملات کے لئے مختلف اوقات میں مختلف رفقاء کو بھی مجلسِ مشاورت میں شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔ مشاورت کا اجلاس ہر ماہ کے آخری بدھ کو منعقد ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ حسب ضرورت طلب کیا جاتا ہے۔

تنظیمی ضروریات اور کراچی کے خصوصی حالات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ۱۷؍ مئی ۹۰ء کو تنظیمِ اسلامی کراچی کو آٹھ زونز (Zones) میں تقسیم کر دیا گیا۔ ہر زون کے ذمہ دار نقیبِ اعلیٰ کہلاتے ہیں۔ زون نمبر۱ میں جناب عبدالرحمٰن ہنگورہ، زون نمبر۲ میں جناب محمد سمیع، زون نمبر۳ میں جناب شعیب الرحیم، زون نمبر۴ میں جناب عبدالغفار میمن، زون نمبر۵ میں جناب علی رضا، زون نمبر۶ میں جناب طارق سعید، زون نمبر۷ میں جناب واحد علی رضوی اور زون نمبر۸ میں جناب عبداللطیف کھوکھر نقیبِ اعلیٰ کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ زون نمبر۳ میں چھ،

زون نمبر ۵، ۶ اور ۸ میں دو دو اور زون نمبر ۱، ۲، ۴ اور ۷ میں صرف ایک ایک اُسرہ ہیں۔

زون نمبر ۴ کے علاقہ میں تنظیم اسلامی کراچی کا مرکزی دفتر ۱۱۔ داؤد منزل، شاہراہ لیاقت، آرام باغ میں واقع ہے، جو روزانہ، سوائے تعطیلات کے، صبح ۱۰ بجے سے اذانِ عشاء تک کھلتا ہے۔ زون نمبر ۳ اور ۶ میں پہلے سے دفتر موجود تھے۔ اب ایک نیا دفتر زون نمبر ۸ یعنی لانڈھی کورنگی میں بھی کھول دیا گیا ہے۔ یہ تینوں دفاتر بعد نماز عصر تا اذانِ عشاء پابندی سے کھلتے ہیں۔ مرکزی دفتر اور ان تینوں زونل دفاتر میں امیرِ محترم کے دروس و خطابات کے آڈیو اور ویڈیو کیسٹس اور کُتب برائے فروخت موجود ہیں۔ اس کے علاوہ لائبریری کا نظم بھی قائم ہے، جس سے احباب اور رفقاء کی اچھی خاصی تعداد استفادہ کرتی ہے۔

ملتزم رفقاء کی رہائش گاہوں پر "تنظیمِ اسلامی" کے بورڈ آویزاں کئے گئے ہیں۔ ان جگہوں پر رفقاء نے ذاتی طور پر لائبریریاں بھی قائم کی ہوئی ہیں، جہاں سے مقامی حضرات نہ صرف کُتب و کیسٹس سے استفادہ کرتے ہیں، بلکہ تنظیم کے متعلّق معلومات بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اب تک کراچی کے مختلف علاقوں میں تنظیمِ اسلامی کے ۲۹ مِنی بورڈ لگ چکے ہیں۔ تنظیم اسلامی کی دعوت اور امیرِ محترم کے دروس و خطابات کو عوام تک پہنچانے کے لئے متحرک (Mobile) مکتبہ کا انتظام کیا گیا ہے۔ فی الحال کراچی کی چھ مختلف مساجد میں بعد نماز جمعہ یہ مکتبہ لگایا جاتا ہے۔ ہر دو جمعہ کے بعد یہ مکتبہ دوسری مساجد میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ ہمارا ہدف ہر جمعہ کو کراچی کی ۲۴ مساجد میں یہ مکتبہ لگانے کا ہے۔

ہم اس بات کا خاص طور پر خیال رکھتے ہیں کہ حالاتِ حاضرہ پر امیرِ محترم کے خطابات جمعہ کو رفقاء اور احباب میں جلد از جلد پھیلایا جائے۔ تنظیم اسلامی کراچی کے ناظم محترم عبدالواحد عاصم صاحب نے اس کا خصوصی انتظام کیا ہے کہ یہ کیسٹس اتوار تک مل جائیں اور پیر تک اس کی کاپیاں کراچی میں پھیلا دی جائیں۔

۹۰ء کے اوائل تک کراچی میں امیرِ محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدّظلّہٗ کے عوامی پروگرام انجمن خدّام القرآن سندھ کے تحت ہوا کرتے تھے، جس کی بناء پر تنظیم اسلامی اور اس کی دعوت کا پروجیکشن صحیح طور پر نہیں ہو رہا تھا۔ اس لئے فیصلہ کیا گیا کہ آئندہ سے جہاں تک ممکن ہو امیرِ محترم کے پروگرام تنظیمِ اسلامی کے تحت ہوا کریں گے۔ اس فیصلہ کے بعد کراچی میں کئی بھرپور عوامی پروگرام مختلف مقامات پر ہوئے۔ لیکن یہ کراچی کی بدقسمتی رہی کہ ہم اپنی انتہائی کوشش کے باوجود، یہاں کے غیر یقینی حالات کی بناء پر، اب تک بھرپور طریقے سے جلسۂ عام کرنے میں

ناکام رہے ہیں۔ اب ہم ۱۵؍ مارچ کو جلسۂ عام کے لئے ایک اور کوشش کر رہے ہیں[۱]۔ اللہ پاک سے دعا فرمائیں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے ہماری ان کوششوں کو کامیابی سے ہمکنار فرمائے۔

ہمارا کل کراچی بنیادوں پر ماہانہ دعوتی اجتماع ہر ماہ کے پہلے جمعہ کو شرمین ہال میں منعقد ہوتا ہے۔ اس اجتماع میں رفقاء کے علاوہ احباب بھی شریک ہوتے ہیں۔ یہاں خواتین کے لئے خصوصی انتظام کیا جاتا ہے۔ ان دنوں تقریباً ۳۵ خواتین شریک ہوتی ہیں۔ اس اجتماع میں ہم قرآن کریم، احادیثِ مبارکہ اور صحابہ کرامؓ کی زندگی کے واقعات کے ذریعے حاضرین کو یہ ذہن نشین کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اللہ پاک کو کن خصوصیات کا حامل انسان مطلوب ہے۔ اس موقع پر تنظیم کا تعارف اور امیرِ محترم کے سابقہ خطابات کے حصّے بھی پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔ ہمارے ان ماہانہ اجتماعات میں کبھی کبھی امیرِ محترم کی شرکت بھی ہو جاتی ہے جس سے اس کی افادیت میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ اس ماہانہ اجتماع پر بھرپور مکتبہ بھی لگایا جاتا ہے۔

کراچی کی تین مساجد ایسی ہیں جن میں ہمارے رفقاء اجتماعِ جمعہ سے خطاب کرتے ہیں۔ (i) جناب نوید احمد صاحب، جامع مسجد کورنگی، (ii) جناب اسد الرحمٰن صاحب، ایک مینارہ مسجد عزیز آباد اور (iii) جناب عبدالمقتدر صاحب، مسجد نارتھ کراچی۔ ان خطابات کو شرکاء کافی پسند کرتے ہیں۔ آپ حضرات کے لئے یہ بات یقیناً دلچسپی کا باعث ہوگی کہ محترم نوید احمد صاحب نے گزشتہ رمضان المبارک میں کورنگی کی جامع مسجد میں امیرِ محترم کی طرز پر نمازِ تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمۂ قرآن کیا تھا۔ یہ پروگرام وہاں کے لوگوں نے کافی پسند کیا اور اس سال بھی ان سے اس پروگرام کے اِعادہ کی فرمائش کی گئی ہے۔

ہر جمعہ کو چار جگہوں پر زونل تربیتی اجتماعات منعقد ہوتے ہیں۔ پہلا اجتماع برائے زون ۲، ۳ اور ۵ جامع مسجد الصّفا میں ہوتا ہے، جس کے ناظم محترم شعیب الرحیم صاحب ہیں۔ دوسرا اجتماع برائے زون ۱، ۴ اور ۷ جامع مسجد الخضرء میں ہوتا ہے۔ اس اجتماع کے ناظم جناب واحد علی رضوی ہیں۔ تیسرا اجتماع کینٹ بازار ڈرگ روڈ میں زون نمبر ۶ کے لئے ہوتا ہے، جس کے ناظم جناب طارق سعید صاحب ہیں۔ چوتھا تربیتی اجتماع زون نمبر ۸ کے لئے عبداللطیف کھوکھر صاحب کی نظامت میں زونل آفس میں منعقد ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ہر اُسرہ اپنے طور پر کم از کم ایک مرتبہ اپنے علاقہ میں اجتماع منعقد کرتا ہے۔ آج کل مہینے میں کم از کم ایک مرتبہ کارنر میٹنگ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

---

[۱] ۱۵؍ مارچ ۹۱ء کو یہ جلسہ عام بحمد اللہ کامیابی سے منعقد ہوا۔ اس کی رپورٹ اپریل ۹۱ء کے میثاق میں شائع ہو چکی ہے۔ (ادارہ)

ایک پروگرام جو دو ماہ قبل شروع کیا گیا ہے وہ ہے تربیتی/ تبلیغی کیمپ! اس پروگرام کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کیا جاتا ہے جہاں خوب آمد و رفت ہو اور رہائشی علاقہ بھی قریب ہو۔ صبح ۹ بجے وہاں شامیانہ لگا دیا جاتا ہے۔ شامیانہ کے اندر اور باہر تنظیم کے دعوتی اور قرآنی آیات کے بینرز آویزاں کیئے جاتے ہیں۔ بھرپور مکتبہ لگایا جاتا ہے۔ پبلک ایڈریس سسٹم کا بھی انتظام ہوتا ہے' جس کے ذریعے تنظیم اسلامی کا تعارف اور دین کی دعوت وقفے وقفے سے پیش کی جاتی ہے۔ درمیان میں امیرِ محترم کے خطابات بھی نشر کیئے جاتے ہیں۔ رفقاء چھوٹے چھوٹے گروپس میں ترتیب کے ساتھ رہائشی علاقہ میں پھیل جاتے ہیں۔ گھر گھر جا کر دستک دیتے ہیں' لوگوں سے ملاقاتیں کرتے ہیں' تنظیم کا لٹریچر تقسیم کرتے ہیں' کیمپ میں آنے کی درخواست کرتے ہیں اور خاص لوگوں کے پتے نوٹ کرتے ہیں تاکہ بعد میں تفصیلی ملاقات کا اہتمام کیا جا سکے۔ اگر جمعہ کا دن ہے تو محلہ کی تقریباً تمام مساجد میں موبائل مکتبہ لگاتے ہیں۔ اس پروگرام سے کئی فائدے حاصل ہو رہے ہیں۔ رفقاء کی جھجک دُور ہو رہی ہے' دعوت پیش کرنے کا سلیقہ آ رہا ہے' نظم کے خُوگر بنے' مشقت جھیلنے اور دوسروں سے کڑوی کسیلی باتیں سننے اور برداشت کرنے کا مادہ پیدا ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ دوسری خاص بات جو میں نے نوٹ کی ہے وہ یہ ہے کہ عوام عام طور پر ڈاکٹر اِسرار احمد کے نام سے تو واقف ہیں لیکن ایک داعی اور تنظیمِ اسلامی کے امیر کی حیثیت سے ان کی واقفیت قریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔ تبلیغی کیمپ کا فائدہ یہ بھی ہے کہ عوام سے ذاتی رابطہ قائم ہو رہا ہے اور وہ ڈاکٹر اِسرار احمد کے ساتھ ساتھ اب اُن کے مشن اور تنظیمِ اسلامی کے کام سے بھی واقف ہو رہے ہیں۔

سالانہ اجتماع میں آنے سے قبل ہم نے تجرباتی طور پر جمعہ بازار میں سٹال لگانے کا ایک پروگرام کیا ہے' جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کافی کامیاب رہا۔ اگرچہ یہ انتہائی کٹھن کام ہے' لیکن رفقاء نے اسے بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ رات کو مناسب جگہ پر قبضہ کرنا' پھر اس پر شامیانہ لگانا اور سب سے بڑی بات یہ کہ صبح تک اس پر قبضہ برقرار رکھنا واقعۃً بڑی ہمت کا کام ہے۔ اس اسٹال سے کتابوں کی کوئی خاص فروخت نہیں ہوئی' لیکن ہمارے بینرز اور پمفلٹس کے ذریعہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ تنظیمِ اسلامی کے نام اور اس کے کام سے واقف ہوئے۔

ان پروگراموں کے ساتھ ساتھ ہم چھٹی کے دنوں میں مختلف خصوصی پروگراموں کا اہتمام بھی کر لیتے ہیں۔ مثلاً پکنک اور قیام اللیل وغیرہ۔ مرکز سے دی گئی ہدایات پر ہم نے احتجاجی مظاہروں وغیرہ کا بھی اہتمام کیا ہے۔

یہ تو تھا ایک مختصر خاکہ کراچی تنظیم کے موجودہ پروگراموں کے سلسلہ میں۔ اب میں آپ کے سامنے رفقاء کی تعداد کا ایک خاکہ پیش کرتا ہوں، جس سے آپ کو تنظیمِ اسلامی کراچی کی تعداد کے اعتبار سے پیش رفت کا کچھ اندازہ ہو جائے گا۔

○ ۸۰ء میں رفقاء کی تعداد ـــ ۲۲

○ مئی ۸۳ء میں رفقاء کی تعداد ـــ ۶۳

○ ۸۴ء کے سالانہ اجتماع کے موقع پر رفقاء کی تعداد ـــ ۹۵۔ لیکن ۱۲ رفقاء غیر فعال ہو چکے تھے۔

○ ۸۶ء میں رفقاء کی تعداد ۱۴۵ تھی۔ لیکن ان میں سے صرف ۷۰ فعال تھے۔ اسی سال نیا بیعت فارم متعارف کروایا گیا جس کے بعد رفقاء کی تعداد ۸۹ رہ گئی۔

○ ۸۷ء کے سالانہ اجتماع پر رفقاء کی تعداد ۱۵۳ تھی۔ یہ ایک انتہائی واضح اضافہ تھا۔ اس کی وجہ امیرِ محترم کا ماہ رمضان میں دورۂ ترجمۂ قرآن تھا۔

○ ۱۰؍ مئی ۸۸ء کو رفقاء کی تعداد ۱۴۹ ہو گئی، جن میں ۵۹ رفقاء فعال تھے۔

○ فی الحال رفقاء کی تعداد ۱۹۳ ہے، جن میں سے ۵ معتذر، ۵۳ ملتزم اور ۱۳۵ مبتدی ہیں۔ مبتدی اور ملتزم رفقاء میں سے تقریباً ۷۲ فعال، ۳۰ نیم فعال اور بقیہ تقریباً لاتعلق ہیں۔

○ خواتین کا علیحدہ سے نظم قائم کرنے میں ہم اب تک ناکام رہے ہیں۔ تاہم اس سلسلہ میں کوششیں جاری ہیں۔ اس ضمن میں ہم نے پہلا قدم یہ اٹھایا ہے کہ خواتین کو تنظیمِ اسلامی کے ماہانہ دعوتی اجتماع کے موقع پر شرمین ہال میں شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔ اس اجتماع میں خواتین کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ آج کل تقریباً ۳۵ خواتین شرکت کر رہی ہیں۔ اس کے علاوہ ہفتہ میں ایک مرتبہ رفیق محترم اختر ندیم صاحب کے دولت خانہ پر جمع ہوتی ہیں۔ ان کی تعداد اوسطاً ۱۲ ہوتی ہے۔

ماہنامہ "میثاق"، "حکمتِ قرآن" اور پندرہ روزہ "ندا" کی اشاعت میں توسیع کے لئے تنظیمِ اسلامی کراچی کے رفقاء خصوصی توجہ دیتے ہیں۔ فی الحال ہمارے یہاں ماہنامہ "میثاق" کی کھپت تقریباً ۵۲۵، ماہنامہ "حکمتِ قرآن" کی تقریباً ۱۸۰ اور "ندا" کی تقریباً ۴۲۵ ہے۔

آج کل ہم نے اپنی توجہ خاص طور سے دو کاموں پر مرکوز کر رکھی ہے۔ ایک تو "رابطۂ عوام مہم" ہے اور دوسری لاتعلق رفقاء کو فعال کرنا۔ "رابطۂ عوام" کے سلسلہ میں اپنی کوششیں آپ کے سامنے پیش کر چکا ہوں۔ تنظیمِ اسلامی کراچی کی امارت جس وقت مجھے سونپی گئی تھی اسی وقت مجھے اس کا احساس تھا کہ ان دونوں کاموں پر مجھے خاص طور پر محنت کرنی

پڑے گی۔ جہاں تک رابطۂ عوام اور رفقاء کو متحرک کرنے کا سوال ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس طرف ہماری پیش قدمی ہوئی ہے۔ لیکن جہاں تک دوسرے کام (غیر متعلّق رفقاء کو فعّال کرنے) کا تعلق ہے تو میں اسے اپنی ناکامیوں کی فہرست میں داخل کرتا ہوں۔ میں ان سے گفتگو کر کے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے امیرِ محترم کے کسی خطاب یا تقریر سے متأثر ہو کر فوری جوش و جذبہ کے تحت بیعت کرلی، لیکن جب یہ جذبہ ماند پڑ گیا تو ساتھ میں بیعت کی اہمیت بھی ختم ہوگئی لیکن مجھے تعجّب ہوتا ہے ان رفقاء پر جو "ملتزم" ہونے کے بعد غیر فعّال ہوگئے ہیں۔ ان سے ملاقاتیں کرنے کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ موجودہ دور مادہ پرستی کا ہے، آج کا نظام اسی کے گرد گھومتا ہے۔ اس نظام نے ان کو معاشی تگ و دو میں اتنا مشغول کر دیا ہے کہ ان کے پاس اس سے آگے سوچنے کا کوئی وقت نہیں ہے۔ ان کے سامنے فرائضِ دینی کا صحیح تصوّر ہی موجود نہیں ہے۔ ان کو اس کا بھی احساس نہیں کہ وہ اس عہد کو جو امیرِ محترم کے ساتھ کیا ہے، پورا نہ کرکے عہد شکنی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ مجھے اس کا بھی احساس ہے کہ امیرِ محترم جب کراچی تشریف لاتے ہیں اور ان کے ساتھ خصوصی ملاقات کا اہتمام کیا جاتا ہے تو اس میں بھی رفقاء کی تعداد صرف ۶۰ سے ۷۰ تک ہوتی ہے، جو یقیناً ہمارے لئے باعثِ شرم ہے۔ میں انتہائی افسوس کے ساتھ یہ بیان کرنے پر بھی مجبور ہوں کہ ہم میں سے بیشتر رفقاء مالی اعانت کے سلسلہ میں بھی کوتاہی کر رہے ہیں۔ اور اعانت ادا کرنے والے رفقاء کی اکثریت بھی صحیح تناسب سے ادا نہیں کر رہی۔ لیکن ان میں چند رفقاء ایسے بھی ہیں جن میں حصولِ مقصد کی تڑپ، لگن اور ان کا طرزِ عمل دیکھنے کے لائق ہے۔ دامے، درمے، سخنے وہ دین کے کام کے لئے ہر لحہ تیار رہتے ہیں۔

ہم آج جس اجتماع میں شریک ہیں آپ کو اس کا علم ہوگا کہ اس کے میزبان ہم تھے۔ کراچی میں اس کا انعقاد بے سروسامانی کے باعث انتہائی مشکل تھا، لیکن میں نے یہ چیلنج قبول کیا تھا۔ اللہ رب العزّت کی نصرت کے بعد اپنے ان ہی رفقاء کے بھروسہ پر۔ مجھے اپنے ان رفقاء پر ناز ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے مجھے ایسے ساتھی عطا فرمائے جن کی رفاقت سے ان شاء اللہ ہم اپنی منزلِ مقصود سے دن بدن قریب سے قریب تر ہوتے جائیں گے۔

میں نے ابھی آپ کے سامنے رفقاء کی "لاتعلقی" کا ذکر کیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نصف سے زائد تعداد لاتعلق ہوگئی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس میں صرف رفقاء کی غلطی ہے؟ میں نے اس سوال پر کافی غور کیا اور اپنے کام کا جائزہ لیا۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا

رفتارِ کار

رُوداد

ہفت روزہ تربیت گاہ برائے ملتزم رفقاء

منعقدہ ۷؍جون تا ۱۳؍جون ۱۹۹۱ء

ملتزم رفقاء کی اس ہفت روزہ تربیت گاہ کی ابتداء مورخہ ۷؍ جون بروز جمعۃ المبارک کو بعد نماز عصر ہوئی۔ افتتاحی خطاب جناب رحمت اللہ بٹر صاحب ناظم مرکزی بیت المال و ناظمِ تربیت گاہ نے سورۃ التغابن کی آیت نمبر ۱۷ کی روشنی میں دیا' جس میں انہوں نے تقویٰ کے علاوہ سمع و طاعت اور اِنفاق کے ضمن میں شرکاء کو یاددہانی کرائی۔ اس کے بعد جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب ناظمِ اعلیٰ تنظیمِ اسلامی پاکستان نے شرکاءِ تربیت کو پروگرام کی ترتیب اور ذمہ داریوں سے آگاہ کیا اور ذمہ داریوں میں آسانی کے پیشِ نظر شرکاء تربیت گاہ کو دو گروپوں میں تقسیم کر دیا۔ گروپ اے کے گروپ لیڈر محمد اشرف صاحب نائب ناظمِ حلقہ شرقی پنجاب مقرر ہوئے جو ڈسکہ سے تشریف لائے تھے۔ گروپ اے کے باقی شرکاء کی تفصیل اس طرح ہے۔ (۲) محمد حسین رضا۔ فیصل آباد (۳) سعید احمد۔ فیصل آباد (۴) حامد صابر۔ فیصل آباد (۵) عقیل احمد۔ فیصل آباد (۶) غازی محمد وقاص۔ ناظمِ تنظیم لاہور (۷) عبدالشکور۔ فیصل آباد (۸) شمس الحق صاحب۔ نائب ناظمِ حلقہ شمالی پنجاب۔ اسی طرح گروپ بی کے گروپ لیڈر ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب امیرِ تنظیم فیصل آباد و ناظمِ اعلیٰ انجمن خدام القرآن فیصل آباد مقرر ہوئے' جبکہ باقی شرکاء گروپ بی کے نام اس طرح ہیں (۲) محمد ظریف۔ جہلم (۳) فرخ محمود۔ جہلم (۴) محمد ناصر بھٹی۔ ساہیوال (۵) سرفراز احمد۔ راولپنڈی (۶) عبدالرزاق صاحب۔ ناظم تنظیمِ اسلامی پنجاب (۷) محمد اسلم شاہد۔ لاہور

اس کے بعد شرکاءِ محفل کا تعارف ہوا' جس کے بعد نماز مغرب تک شرکاء آپس میں باہمی تعارف کراتے رہے۔ بعد نماز مغرب امیر محترم کے دورۂ ترجمۂ قرآن سے سورۃ الحدید کا ترجمہ بذریعہ ویڈیو کیسٹ دیکھا اور سنا گیا۔ رات کے کھانے اور نماز عشاء کے بعد تمام ساتھیوں نے آرام کیا۔

☆ دوسرے روز بروز ہفتہ نماز فجر سے پہلے ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے مختصر درسِ حدیث دیا۔ اس موقع کے لئے انہوں نے حدیث "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ" کا انتخاب کیا تھا، جسے امام بخاری اور امام مسلم اپنی صحیحین میں پہلے نمبر پر لائے ہیں۔ نماز کے بعد قاری مقبول احمد صاحب نے تجوید کے ساتھ قرآن پڑھنے کی اہمیت بتائی اور اس ضمن میں تلاوتِ قرآن مجید میں ہونے والی ممکنہ غلطیوں کی نشان دہی کی۔ بعد ازاں ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے روزمرّہ کے مسائل کے بارے میں گفتگو کی اور ادعیۂ ماثورہ کی اہمیّت کا احساس دلایا۔ اس دوران ادعیۂ ماثورہ یاد بھی کی گئیں۔ اور پھر ساتھیوں کو ۲۰ منٹ کا وقت انفرادی تلاوت کے لئے دیا گیا۔ اس طرح یہ نشست ۲۰-۵ پر اختتام کو پہنچی۔

یاد رہے کہ تربیت گاہ کے روزمرّہ کے پروگراموں کو تین نشستوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ جس میں پہلی نشست یہی صبح ۲۰-۳ تا ۲۰-۵ تھی۔ اس نشست میں تقریباً پورا ہفتہ یہی معمولات رہے اور ان سب موضوعات پر بات ہوتی رہی، البتہ گفتگو کرنے والے حضرات بدلتے رہے۔ دوسری نشست ۳۰-۸ تا اذانِ ظہر رہی، جس میں دس دس منٹ کے وقفوں کے علاوہ آدھ گھنٹہ کا چائے کا وقفہ بھی تھا۔ اور تیسری نشست بعد نماز عصر تا نماز عشاء رہی۔

ہفتہ کے روز دوسری نشست کا ابتدائی پیریڈ ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے لیا، جنہوں نے فرائضِ دینی کے جامع تصوّر کے موضوع پر مفصل گفتگو کی۔ دوسرا پیریڈ ۱۵-۱۰ پر چوہدری غلام محمد صاحب معتمدِ عمومی تنظیمِ اسلامی پاکستان نے لیا، جس میں انہوں نے التزامِ جماعت، ہیئتِ جماعت اور نظمِ جماعت کے موضوع پر وضاحت کے ساتھ گفتگو کی۔ تیسرا پیریڈ جناب رحمت اللہ بٹر صاحب نے لینا تھا، مگر وہ حج کے پروگراموں کی وجہ سے دیر سے تشریف لائے، اور ان کی جگہ ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے عقائد اور فکرِ آخرت کے موضوع پر ساتھیوں سے خطاب کیا، جو نمازِ ظہر تک جاری رہا۔ آج اس سیشن میں چند شرکاء کو تجرباتی طور پر تقاریر کے لئے موضوع دیئے گئے کہ وہ تیاری کر سکیں۔

تیسرے سیشن میں تمام ساتھی بعد نماز عصر قرآن اکیڈمی روانہ ہوئے، جہاں انہوں نے قرآن کالج ہاسٹل اور قرآن اکیڈمی کے مختلف شعبے دیکھے اور مختلف حضرات سے ملاقات کی۔ بعد نماز مغرب امیرِ محترم کے سلسلہ وار درسِ قرآن میں شرکت کی اور سورۃ العلق کا درس سنا۔ بعد نماز عشاء امیرِ محترم سے ملاقات رہی، جس میں تعارف کے علاوہ ہلکے پھلکے تبصرے بھی رہے۔ اس طرح رات ۳۰-۱۰ بجے ساتھی واپس مرکز پہنچے۔

☆ تیسرے روز بروز اتوار پہلی نشست حسبِ معمول رہی۔ دوسری نشست میں رحمت اللہ بٹر صاحب نے پہلا پیریڈ پڑھایا۔ ان کا موضوع ایمان بالآخرت تھا۔ اس کے بعد گزشتہ روز ساتھیوں کے ذمّہ لگائے گئے موضوعات پر تجرباتی تقاریر ہوئیں جس سے کافی حوصلہ افزا صورت حال سامنے آئی اور معلوم ہوا کہ اگر ساتھی تھوڑی سی مشق کریں تو اچھی تقریر کر سکتے ہیں۔ ٹھیک ۱۱ بجے میاں محمد نعیم صاحب امیرِ تنظیم لاہور شرقی کا پیریڈ تھا۔ انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں "داعیٔ انقلابی جماعت" کے موضوع پر خطاب کیا' جس کے بعد پھر تجرباتی تقاریر کا سلسلہ نماز ظہر تک جاری رہا۔

نماز عصر کے بعد تیسری نشست میں ساتھیوں کے مفصّل تنظیمی تعارف کا سلسلہ شروع ہوا۔ پونے سات بجے تمام ساتھی امیرِ محترم کا درس قرآن سننے کے لئے قرآن اکیڈمی روانہ ہوئے' جہاں بعد نماز مغرب سورۃ العلق کی بقیہ آیات کا درس تھا۔ اس طرح رات گیارہ بجے واپسی ہوئی۔

☆ ۱۰ر جون بروز سوموار کو پہلی نشست حسبِ معمول رہی۔ دوسری نشست میں ۳۰-۸ پر عبدالرزاق صاحب نے "پاکستان میں اسلامی انقلاب ... کیا؟ کیوں؟ اور کیسے؟" کے موضوع پر ساتھیوں سے مفصّل خطاب کیا۔ دوسرا پیریڈ میاں محمد نعیم صاحب کا تھا' جس میں انہوں نے بہت ہی مؤثر خطاب "انقلابی مسلمان کی پہچان" کے موضوع پر کیا' جس کا اثر سب ساتھیوں نے محسوس کیا۔ تیسرے پیریڈ میں ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے انجمن خدّام القرآن اور تنظیم اسلامی کے علیحدہ علیحدہ دائرہ کار کی وضاحت کرتے ہوئے ان کے درمیان ربط کو واضح کیا۔ آج دونوں گروپ لیڈروں نے نماز ظہر کے بعد اپنے ساتھیوں سے علیحدہ علیحدہ مشورے کئے اور پروگراموں کے بارے میں شرکاء کے خیالات معلوم کئے' جو الحمدللہ اطمینان بخش تھے۔ تیسری نشست میں ساتھیوں کا مفصّل تنظیمی تعارف شروع ہوا جو مغرب تک جاری رہا۔ بعد نماز مغرب ساتھیوں نے امیر محترم کا خطاب بعنوان "توحیدِ عملی" آڈیو کیسٹ سے سنا' جس کے ساتھ یہ نشست اختتام کو پہنچی۔

☆ ۱۱ر جون کو پہلی نشست حسبِ معمول ہوئی۔ دوسرے سیشن میں ۳۰-۸ بجے بقیہ ساتھیوں کے ذمے لگائی گئی تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا۔ ۱۰ بجے شمس الحق اعوان صاحب نے "تنظیمِ اسلامی کا تاریخی پس منظر" کے عنوان سے روشنی ڈالی' جس کے بعد گیارہ بجے تمام ساتھی حلقہ لاہور کے تنظیمی دفتر ۱۸۴ اے مزنگ روڈ روانہ ہوئے' جہاں شام کے وقت ایک

کارنر میٹنگ کا پروگرام تھا۔ ناظمِ لاہور غازی محمد وقاص صاحب نے بہت ہی عمدہ اور منظم طریقے سے پورے علاقہ کا دو مرتبہ گشت کرایا۔ ایک بار نمازِ ظہر سے پہلے ہینڈ بلوں کے ساتھ انفرادی رابطہ کیا گیا اور دوسری دفعہ اجتماعی طور پر ٹی بورڈوں اور ہینڈ بلوں کے ساتھ گشت کیا گیا۔ بہت سی جگہوں پر تائیدی کلمات سننے میں آئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ لوگ اسے ٹھیک تو سمجھتے ہیں مگر کم ہمتی کی وجہ سے ساتھ دینے سے معذور ہیں۔ بعد نماز مغرب ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے دفترِ تنظیم کے باہر مزنگ روڈ پر "پاکستان میں اسلام اور شریعت بل" کے موضوع پر عمدہ خطاب کیا، جس میں شرکاء کی تعداد ۷۰ کے قریب تھی، سامعین میں چند وکلاء حضرات بھی دکھائی دیئے۔ تقریب کے اختتام پر ۱۰ بجے ساتھی واپس پہنچے۔

☆ ۱۲ جون کو صبح کے پروگرام معمول کے مطابق ہوئے۔ ۸-۳۰ بجے کا پہلا پیریڈ جناب سراج الحق سید، ناظمِ اعلیٰ مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور نے لیا، جس میں انہوں نے "آرگنائزیشن" کے اجمالی جائزہ کے موضوع پر ساتھیوں کے سامنے روشنی ڈالی۔ سوال و جواب نے پیریڈ کی دلچسپی میں اضافہ کیا۔ اس کے بعد ناظمِ لاہور نے دوبارہ آج کی کارنر میٹنگ کی تیاری اور انفرادی گشت کے سلسلہ میں ہدایات دیں جس کے مطابق تمام ساتھی ہینڈ بل لے کر گڑھی شاہو میں مرکزی دفتر کے اطراف میں پھیل گئے۔ نماز عصر کے بعد اجتماعی گشت کا پروگرام تھا جو بہت مفید رہا۔ ٹی بورڈوں نے لوگوں کو بہت متوجہ کیا اور انہوں نے رفقاء کی باتیں بڑے غور سے سنیں، جن میں اور نہیں تو تنظیمِ اسلامی کا تعارف اور ملکی حالات کے مطابق کام کا اشارہ تو لوگوں کے سامنے ضرور آگیا۔ لوگوں کو کارنر میٹنگ میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ رات بعد نماز مغرب میٹنگ کے انتظامات کو آخری شکل دی گئی۔ بعد نماز عشاء جونہی کارروائی کا آغاز تلاوتِ قرآن مجید سے شروع ہوا، قانون نافذ کرانے والے ذمہ دار حضرات تشریف لائے اور ہمیں لاؤڈ سپیکر کے استعمال اور جلسہ سے منع کیا اور بتایا کہ اس کی اجازت نہیں ہے۔ باولِ نخواستہ تمام شرکاء کو دعوت دی گئی کہ دفتر کے صحن میں تشریف لائیں، جہاں جناب شمس الحق اعوان صاحب نے لاؤڈ سپیکر کے بغیر لوگوں سے خطاب کیا۔ انتظامات سمیٹتے سمیٹتے رات ۱۱ بج گئے۔

☆ ۱۳ جون کی صبح کو پھر معمول کے مطابق پہلا سیشن ہوا، لیکن اس کے بعد وقفہ نہیں کیا گیا اور پروگرام مسلسل جاری رہے، کیونکہ کچھ لوگوں نے دُور جانا تھا اور ان کی سہولت کے خیال سے پروگرام کو جلدی ختم کرنا پیشِ نظر تھا۔ اگلا پیریڈ جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے لیا

جس میں انہوں نے نظام العمل کا مطالعہ وضاحت کے ساتھ کرایا۔ ناشتے کے وقفے کے بعد جناب سراج الحق سیّد صاحب نے آرگنائزیشن کے چینل کے موضوع پر شرکاء سے وضاحتی گفتگو کی۔ جناب سراج سیّد صاحب کا انداز دونوں دن منفرد رہا۔ اگلا پیریڈ جناب عبدالرزاق صاحب نے لیا، جس میں انہوں نے شرکاء کو دعوت اور اس کے طریقہ کار کے بارے میں سمجھایا۔ آخر میں نائب امیر تنظیمِ اسلامی جناب قمر سعید قریشی صاحب نے بڑے حکیمانہ انداز میں شرکاء کو نصیحت کی اور ایک نہایت ہی جامع دعا کے ساتھ یہ تقریب اختتام کو پہنچی۔

تربیت گاہ کے دوران ایک پروگرام ہر نماز کے بعد مختصر مطالعۂ حدیث کا رہا، جس میں بڑی ہی قابلِ عمل اور روزمرہ کے معمولات کے اذکار پر مشتمل احادیث سامنے آتی رہیں۔ رپورٹ کے آخر میں اگر ناظمِ تربیت گاہ جناب عبدالخالق صاحب کے شفیقانہ اور مدبرانہ رویّہ اور طعام و قیام کے حُسنِ انتظام کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ بڑی کوتاہی کی بات ہوگی۔ وما توفیقی اِلّا باللہ۔

مرتب : محمد اسلم شاہد

بقیہ : سالانہ رپورٹ تنظیمِ اسلامی کراچی

ہوں کہ ان کو لاتعلق کرنے میں ہماری اپنی کوتاہیوں کا بھی دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری ان لغزشوں کو معاف کرے۔

رفقاءِ گرامی! مجھے امید ہے کہ میری رپورٹ سے آپ پر یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ "تنظیمِ اسلامی ۹۱ء میں" کہاں کھڑی ہے۔ اب میں کراچی تنظیم کی رپورٹ اس گزارش کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ آپ حضرات ہمارے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل و کرم سے اقامتِ دین کی جدّوجہد میں ہمارا حامی و ناصر ہو اور اس راستے میں ہماری ٹوٹی پھوٹی جو بھی کوششیں ہیں، ان کو ہم سب کے لئے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین! ثم آمین!

(مرتب: سیّد محمد نسیم الدین امیر تنظیمِ اسلامی۔ کراچی)

ضرورت رشتہ

گریڈ اٹھارہ کے ایک سرکاری آفیسر جو تنظیم سے وابستہ ہیں، اپنی بیٹی کا نکاحِ مسنونہ کرنا چاہتے ہیں، جو ایف ایس سی کی طالبہ ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔ رابطہ کے لیے ع ـ ش ـ ق معرفت حافظ خالد محمود خضر، قرآن اکیڈمی ۳۶ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

تحریک دعوت رجوع الی القرآن

اور متحدہ عرب امارات

مرکز خدام القرآن الجوازات ابو ظبی کی افتتاحی تقریب کی رپورٹ

ابو ظبی و دیگر امارات میں دعوت رجوع الی القرآن کا کام قارئینِ "میثاق" و "ندا" کے علم میں گاہے بگاہے آتا ہی رہتا ہے۔ پچھلے دنوں مدیرِ ندا بھی امارات میں گزارے ہوئے اپنے چند ایام کا مشاہدہ نہایت مبسوط انداز میں "ندا" کے اوراق کی نذر کر چکے ہیں۔ اس طرح یہاں کی مجموعی صورتحال کا نقشہ تو رفقاء و احباب کے ذہنوں میں کسی حد تک ہے ہی' چنانچہ اس سے قطعِ نظر زیرِ نظر رپورٹ میں خالص دعوتی کام کی نوعیت و وسعت کا ایک خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

یہ دَور جسے معاشی دور کہا جاتا ہے' اس میں انسان پر مجموعی طور پر مادیت اس طرح حاوی ہو چکی ہے کہ کوئی انسان اس کے شکنجے سے آزاد نہیں ہے' البتہ اس شکنجے کے انداز مختلف ہیں' کہیں یہ پسماندہ ممالک میں انسان کو مجبور کر کے اس کی ساری صلاحیتیں بنیادی ضروریاتِ زندگی پر صَرف کروا رہا ہے اور کہیں ترقی یافتہ و معدنی دولت سے مالا مال ممالک میں آرائش و زیبائش کے وسیع جال پھیلا کر انسانوں کی ساری کوششوں کو اس جانب لگا رہا ہے۔ لیکن زمانہ کبھی بھی ایسے رجالِ باہمت سے خالی نہیں رہا' جو نہ تو مصائب سے مجبور ہو کر اور نہ ہی زیبائش سے مسحور ہو کر اپنے اصل مقصد سے ہٹے ہوں' بلکہ وہ ہر حالت میں اپنی منزل کا شعور بھی رکھتے ہیں اور اس کی جانب پیش قدمی کا جذبہ بھی۔ کچھ ایسے باہمت حضرات نے اپنی آسائشوں میں ملفوف زندگی میں یہ دعوت سنی اور پھر ان پردوں سے نکل کر اس دعوت کو آگے بڑھانے کا عزم لے کر چلے' جس کے ثمرات الحمدللہ اب کافی وسعت اختیار کر رہے ہیں۔

ابو ظبی میں اس کام کی بناء تو امیرِ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے دسمبر ۱۹۸۵ء کے پروگرام سے پڑی' مگر اس کی منظم ابتداء اوائل ۱۹۸۶ء میں ایک مسجد سے ملحق چھپر سے ہوئی' جو الحمدللہ اب ضروری سامان سے مزیّن بہترین فلیٹ میں منتقل ہو چکا ہے۔ رجوع الی القرآن کی

یہ دعوت اب ابو ظبی ہی نہیں دیگر امارات میں بھی بحسن و خوبی اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ ابو ظبی میں ابتدائی مرکز کے شہر سے کچھ فاصلے پر منتقل ہونے کے بعد سے ہی یہ ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ شہر کے وسط میں کوئی ایسا مقام ہو جہاں عوام الناس کے قریب رہ کر یہ کام مزید زور شور سے کیا جا سکے، اگرچہ موجودہ مرکز بھی ایسی آبادی میں واقع ہے جسے اردو بولنے اور سمجھنے والوں کی اکثریت کی بناء پر خاصی اہمیت حاصل ہے۔

اس ضرورت کو عملی شکل دینے کی حتی کوشش اللہ کے فضل سے کامیاب ہوئی اور حال ہی میں اسی شارع پر، جہاں کبھی پہلا باقاعدہ مرکز قائم ہوا تھا، مرکزِ ثانی کے لئے جگہ حاصل کر لی گئی۔ دو جگہوں کی مناسبت سے یہ رائے بھی سامنے آئی کہ ابو ظبی شہر کی حد تک کام کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ لہٰذا دو حلقے بنام ابوبکر صدیقؓ و عمرِ فاروقؓ قائم ہوئے، جن کے ناظمین علی الترتیب خلیل الرحمٰن کیانی صاحب اور محمد سرفراز چیمہ صاحب کو بنایا گیا۔ پہلے حلقے کا دائرۂ عمل خدّام القرآن المرور اور دوسرے کا خدّام القرآن الجوازات کو قرار دیا گیا۔

۱۹ر جون ۱۹۹۱ء کو خدّام القرآن الجوازات کی افتتاحی تقریب تھی، جس کے لئے لوگوں کو پہلے سے مطلع کر دیا گیا تھا، تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ شرکت کر سکیں۔ پروگرام کا آغاز جناب شاہد اسلم صاحب نے سورۃ یونس کی بعض آیات کی تلاوت سے کیا، جن میں قرآن کو ایسی نعمتِ عظمیٰ قرار دیا گیا جس کے حصول پر لوگوں کو خوشیاں منانی چاہئیں۔ اس کے بعد محترم سید قمر حسن صاحب نے تقریب کے حوالے سے اظہارِ تشکر کیا اور سامعین کو مختصراً آگاہ کیا کہ ہم نے یہ سفر کہاں سے شروع کیا تھا اور ربّ العزت کے فضل سے پیش قدمی کہاں تک ہوئی ہے۔ بعد ازاں انہوں نے ناظمِ اعلیٰ خدّام القرآن محمد خالد صاحب کو دعوت دی کہ وہ اس کام کا پس منظر اور پیش منظر بیان کریں، چنانچہ انہوں نے امّتِ مسلمہ میں تجدیدی و احیائی مساعی کا مختصر تعارف کروایا اور امتِ مسلمہ کے مختلف ادوار میں پیش آمدہ مسائل پر اسی اعتبار سے کام کرنے والے اشخاص اور تحریکوں کا ذکر کیا۔ اور بالخصوص موجودہ صدی میں ہونے والے کام پر روشنی ڈالتے ہوئے اس دَور میں کام کے تقاضوں کا خاکہ سامعین کے سامنے رکھا اور کہا کہ اس دَور میں کام کرنے کے دو تقاضے ہیں، جو بظاہر مختلف، لیکن فی الحقیقت ایک ہی ہیں۔ یعنی ایک طرف تو مروّجہ علوم کی وجہ سے پیدا شدہ مسائل کا مدلّل حل فراہم کرنے کی علمی کوششیں کی جائیں اور دوسری جانب ایک ایسی منظّم قوت وجود میں آئے جو اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کے قیام کے لئے اپنا تن من دھن نچھاور کرنے کو اپنے لئے سعادت و فلاحِ اُخروی کا ذریعہ سمجھے۔

یہ خطاب تقریباً پچاس منٹ کا تھا، جس سے سامعین کو ہمارے کام کو سمجھنے میں خاصی مدد ملی۔

اس کا اختتام انہوں نے اقبال کے اس شعر پر کیا ۔

نوا پیرا ہو اے بلبل کہ ہو تیرے ترنم سے
کبوتر کے تنِ نازک میں شاہیں کا جگر پیدا!

حاضرین کی تعداد کے اعتبار سے مرکز کا ہال تنگ محسوس ہو رہا تھا' چنانچہ رفقاء کی زیادہ تعداد کو دیگر کمروں میں بیٹھ کر خطاب سننا پڑا۔ اپنے خطاب میں ناظمِ اعلیٰ صاحب نے فرمایا کہ اگرچہ ہم وہ اہلیت نہیں رکھتے جو اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے' مگر چونکہ اس ذمہ داری کو ادا کرنا ہمارا فرض ہے لہٰذا اس سلسلے میں ہم اپنی سی محنت و کوشش کئے چلے جا رہے ہیں۔ ہم یہ امید بھی رکھتے ہیں کہ شاید ہماری اس دعوت کے نتیجے میں ایسے حضرات کے دلوں میں دین کے لئے انقلابی جدوجہد کرنے کی دبی ہوئی چنگاری بھڑک اٹھے جو اس کام کے لئے ہم سے زیادہ صلاحیت و استعداد رکھتے ہوں' اور یہ چنگاری شعلۂ جوالہ بن کر باطل کو خاکستر کرنے کی جدوجہد میں کام آجائے۔

آخر میں جناب سیّد قمر حسن صاحب نے قرآن کے حوالے سے ہماری محدود سعی و جہد کی اہمیت بیان کی اور واضح کیا کہ جب تک ہم قرآن سے وابستہ تھے ہم باعزت اور بااقتدار تھے' دنیا ہماری عظمت کی قائل تھی۔ اور جب ہم نے اسے چھوڑا ہر سطح پر ذلیل و خوار ہوتے چلے گئے' لہٰذا ضرورت داعی ہے کہ ہم پھر سے قرآن کے دامن سے وابستہ ہوں اور پھر سے عزم مصمم کریں کہ ہمیں اسی کے ساتھ مرنا اور جینا ہے۔ لہٰذا ہمارے پیشِ نظر پہلے کی طرح اس مرکز میں بھی قرآن حکیم اور عربی زبان کی تدریس ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان مقاصد کے حصول میں زیادہ سے زیادہ کوشاں رہنے کی توفیق دے (آمین)

اختتام پر حاضرین کے لئے کھانے کا انتظام تھا۔ سب شرکاء نے کھانے سے فراغت کے بعد قریبی مسجد میں باجماعت نماز ادا کی اور یوں یہ پُر رونق تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔

(مرتب : محمد منیر احمد۔ معتمدِ عمومی تنظیم اسلامی' ابو ظبی)

ضرورت رشتہ

معزز خاندان کی میٹرک پاس، دینی تعلیم یافتہ، شرعی پردہ کی پابند بیٹی کے لیے دینی مزاج کے حامل، ترجیحاً تنظیم اسلامی سے وابستہ گھرانے سے موزوں رشتہ درکار ہے۔ رابطہ کے لیے : خ ۔ م، معرفت دفتر میثاق ۳۶۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

HOUSE OF QUALITY BEARINGS

KHALID TRADERS

IMPORTER, INDENTOR, STOCKIST, SUPPLIER,
OF ALL KINDS OF BALL, ROLLER & TAPER BEARINGS

WE HAVE :
- BEARINGS FOR ALL INDUSTRIES & MARINE ENGINES.
- AUTOMOTIVE BEARINGS FOR CARS & TRUCKS.
- BEARINGS UNIT FOR ALL INDUSTRIAL USES.
- MINIATURE & MICRO BEARINGS FOR ELECTRICAL INSTRUMENTS.

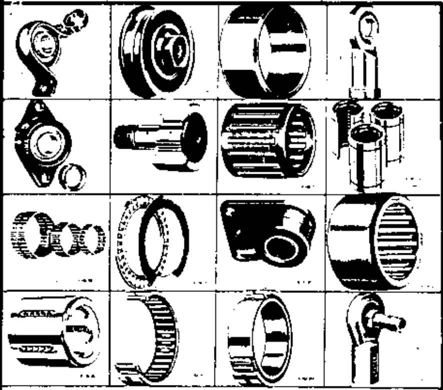

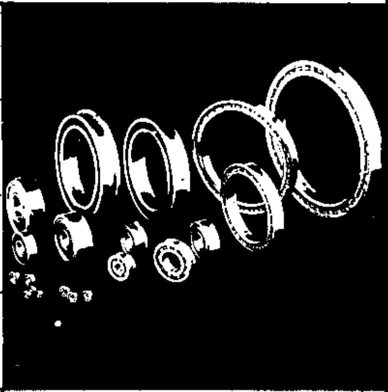

INA **PRODUCTS**

EZO HIGH PRECISION

MINIATURE BEARINGS
EXTRA THIN TYPE BEARINGS
FLANGED BEARINGS
BORE DIA .1 mm TO 75 mm

DISTRIBUTOR

RCD KBC EZO

STOCKIST

FAG NACHI Koyo NSK INA SKF NTN

CONTACT : TEL. 732952 - 735883 - 730595
G.P.O BOX NO.1178.OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI - PAKISTAN
TELEX: 24824 TARIQPK. CABLE: DIMAND BALL.

رجوع الی القرآن کی تحریک

کو آگے بڑھانے میں اپنا کردار ادا کیجئے!

مرکزی انجمن خدام القرآن اور اس کی سرگرمیوں کا اجمالی تعارف اور

دعوتِ شمولیت

از قلم: سراج الحق سیّد (ناظمِ اعلیٰ)

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، خدمتِ قرآنی کا ایک ادارہ ہے تاہم اسے عام معنوں میں محض ایک ادارہ سمجھنا درست نہ ہوگا بلکہ درحقیقت یہ ایک تحریک ہے۔ رجوع الی القرآن کی تحریک۔ لوگوں کو قرآن حکیم اور اس کی تعلیمات کی جانب متوجہ کرنے کی تحریک!۔

مرکزی انجمن کا قیام آج سے قریباً ۱۹ برس قبل ۱۹۷۲ء میں عمل میں آیا۔ الحمدللہ اس وقت سے انجمن اپنے صدر مؤسس ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے دروسِ قرآن اور خطابات و تقاریر کے ذریعے لوگوں کو اور بالخصوص پڑھے لکھے نوجوانوں کو قرآن حکیم کی تعلیمات اور اس کے حِکَم و معارف کی جانب متوجہ کر رہی ہے۔ اس حوالے سے انجمن نہ صرف انہیں ان کی دینی ذمہ داریاں یاد دلا رہی ہے بلکہ انہیں دینی ذمہ داریوں کی ادائیگی پر آمادۂ عمل کرنے کی کوشش بھی کر رہی ہے۔

اپنے اس مشن کو پورا کرنے کے لئے مرکزی انجمن کے مختلف شعبہ جات اور پراجیکٹس، مکتبہ، اکیڈمک ونگ، ناظرہ و حفظِ قرآن، قرآن کالج اور قرآن آڈیٹوریم سرگرم عمل ہیں۔ ان کے دائرہ کار مختلف ہیں مگر اپنی اپنی نہج پر یہ سب دعوت رجوع الی القرآن کے مشن کی تکمیل کے لئے ہی کوشاں ہیں۔ ان میں سے قرآن کالج اور قرآن آڈیٹوریم خصوصیت سے آپ کی توجہ چاہتے ہیں۔

ا۔ قرآن کالج

اس اہم تعلیمی منصوبے کا آغاز ۱۹۸۷ء سے کیا گیا۔ اس مقصد کے لئے ۱۹۸۵ء میں قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر نیو گارڈن ٹاؤن کے اتاترک بلاک میں ساڑھے پانچ کنال کا ایک پلاٹ حاصل کر لیا گیا تھا۔ کالج کی تعمیر کے بعد پہلے جو تعلیمی و تدریسی کام اکیڈمی کے ذمہ تھا اب قرآن کالج کو منتقل ہو چکا ہے۔ ابتداء میں صرف B.A. کی کلاسیں شروع کی گئی تھیں جس کے لئے دو سال کی جگہ تین سال کا عرصہ متعین کیا گیا ہے۔ اس اضافی سال میں عربی اور ایک جامع دینی نصاب پڑھایا جاتا ہے اور بقیہ دو سال میں B.A. کے مضامین۔ ۱۹۸۹ء سے F.A. کی کلاسیں بھی شروع کر دی گئیں۔ F.A. میں داخلہ لینے والوں کے لئے B.A. تک کا کورس جس میں دینی نصاب بھی شامل ہے' پانچ سال میں مکمل کروا دیا جاتا ہے۔

بہرحال انجمن کا زور (thrust) اس ایک سالہ دینی تعلیم پر مشتمل تدریسی کورس پر ہے جس کا اجراء ۱۹۸۸ء میں کیا گیا تھا۔ یہ کورس بنیادی طور پر کالجوں اور یونیورسٹیوں کے ڈگری یافتہ افراد کے لئے تشکیل دیا گیا ہے۔ ایک سال کے عرصے میں ان طلبہ کو عربی گرامر کی ٹھوس تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم کے کم و بیش تین پاروں کا ترجمہ مع مختصر تشریح' قرآن حکیم کی فکری و عملی رہنمائی پر مشتمل مقاماتِ قرآنِ حکیم کا ایک منتخب نصاب' احادیث نبوی کا ایک مختصر انتخاب اور تجوید کے بنیادی قواعد پڑھائے جاتے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اس کورس کے فارغ التحصیل طلبہ میں سے ہی ایسے نوجوان نکلیں گے جو اپنی آئندہ زندگی میں قرآن حکیم کی حکمت کو عام کرنے کے لئے اپنا وقت نکالیں گے اور اپنی توانائیاں صرف کریں گے۔ ہم خصوصیت سے یہ امید کرتے ہیں کہ دین و دنیا کی تعلیم کے اس امتزاج کے ساتھ یہ لوگ قرآن مجید کی حکمت کو موجودہ زمانہ کی اعلیٰ علمی سطح پر پیش کر سکیں گے۔ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر امتِ مسلمہ کو معاشرتی' معاشی اور دیگر میدانوں میں آج کل جو مسائل درپیش ہیں' ان کا حل قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کر سکیں گے۔

دینی تعلیم کے اس ایک سالہ کورس کی جانب احباب و رفقاء کا رجوع بہت اطمینان بخش ہے۔ پہلے سال ۲۲ طلبہ نے اس کورس سے استفادہ کیا جن میں بعض اعلیٰ تعلیم یافتہ

افراد بھی شامل تھے۔ دوسرے سال اس سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد ۲۰ تھی۔ تیسرے سال کورس کے شرکاء کی تعداد ۱۴ تھی اور سالِ رواں کے دوران ۲۲ طلبہ اس کورس سے استفادہ کر رہے ہیں۔

خط و کتابت کورس : ۱۹۸۷ء کے اواخر میں قرآن حکیم کی فکری اور عملی رہنمائی کے زیرِ عنوان ایک خط و کتابت کورس کا آغاز کیا گیا تھا۔ الحمدللہ یہ کورس نہایت کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔ ۱۹۹۰ء کے دوران تقریباً ۵۰۰ طلبہ نے یہ کورس شروع کیا۔ اس کورس کے لئے کتب اور کیسٹس کی قیمت =/۱۰۰۰ روپے فی طالب علم آتی ہے مگر ہر طالب علم سے صرف ۴۰۰ روپے لئے جاتے ہیں' ۶۰۰ روپے انجمن خود برداشت کرتی ہے۔ ۱۹۹۰ء کے آخر میں "عربی گرامر" خط و کتابت کورس بھی شروع کیا گیا اور اس میں مئی ۹۱ء تک ۱۵۰ طلبہ داخلہ لے چکے ہیں۔

۲۔ قرآن آڈیٹوریم

ارکان انجمن بخوبی جانتے ہیں کہ انجمن کے صدر مؤسس ڈاکٹر اسرار احمد کی بیشتر توانائیاں برسا برس سے قرآن حکیم کے درس و تدریس میں صرف ہو رہی ہیں۔ اپنے انتہائی دل نشیں انداز اور منفرد اسلوب میں وہ لاکھوں لوگوں کو قرآن حکیم کے عملی پیغام کی طرف متوجہ کر چکے ہیں۔ چنانچہ اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ ڈاکٹر صاحب موصوف اپنے مخصوص انداز میں از اول تا آخر تسلسل کے ساتھ پورے قرآن حکیم کا درس آڈیو اور وڈیو ٹیپ پر ریکارڈ کروا دیں' اور یہ ریکارڈنگ اعلیٰ ترین فنی سطح پر کی جائے۔ ہمیں اندازہ تھا کہ اس کے لئے نہ صرف عمدہ Technical Equipment درکار ہوگا بلکہ یہ ریکارڈنگ بھی کسی بند اسٹوڈیو کی بجائے ایک معیاری آڈیٹوریم میں ہونی چاہئے جہاں حاضرین کی موجودگی میں یہ درس قرآن ہر ہفتہ دو یا تین بار باقاعدگی سے منعقد کیا جائے۔ بفضلہ تعالیٰ آڈیٹوریم کی عمارت اور اس کی Finishing اور Furnishing کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ ایئر کنڈیشننگ کا کام ہو رہا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ہی مکمل ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت شامل حال رہی تو ہمارا ارادہ ہے کہ ۱۹۹۱ء کے وسط تک مجوزہ درس قرآن کا آغاز کر دیا جائے۔

ہم اس پر پورے طور پر مطمئن ہیں کہ مرکزی انجمن کی دعوت رجوع الی القرآن موجودہ زمانہ میں امت مسلمہ کی اہم ترین ضرورت ہے اور ہم اپنی بساط کے مطابق اس جدوجہد میں مشغول ہیں۔ آیئے آپ بھی آگے بڑھیئے اور اس اعلیٰ مشن کی تکمیل میں ہمارا ہاتھ بٹایئے۔ مرکزی انجمن کے مشن کی اعانت کی مختلف صورتیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ انجمن کے رکن بن جائیں۔ انجمن کی رکنیت تین نوع کی ہے اور مندرجہ ذیل یکمشت اور ماہانہ اعانتوں پر مبنی ہے۔

محسنین	یکمشت دس ہزار روپے	دو سو روپے ماہانہ
مستقل ارکان	یکمشت پانچ ہزار روپے	سو روپے ماہانہ
عام ارکان	----------	پچاس روپے ماہانہ

رکنیت اختیار کرنے پر آپ انجمن کی کارکردگی سے ان شاء اللہ باقاعدگی سے باخبر رہیں گے۔ ہمارے اجتماعات میں شریک ہوں گے' ہمیں اپنے مشوروں سے نوازیں گے اور انجمن کو جو وسائل درکار ہیں' انہیں مہیا کرنے میں دامے درمے سخنے ہمارے مددگار ہوں گے۔ جزاک اللہ۔

رکنیت کا فارم ہم اس شمارے میں شائع کر رہے ہیں' اسے پُر فرما کر ارسال فرما دیں۔

بقیہ : خطاب امیر تنظیم

بَریٔ الذمّہ رکھا ہے۔ اس ضمن میں ان پر جو ذمّہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں' وہ بالواسطہ ہیں' جن کا ابھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ وہ اگر اس سطح کی جدوجہد میں اپنے آپ پر خواہ مخواہ ایسی ذمّہ داریاں عائد کر لیتی ہیں جن کا اللہ نے انہیں مکلّف نہیں ٹھہرایا تو اس سے اندیشہ ہے کہ بجائے خیر کے کوئی شر پیدا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس طرزِ عمل سے محفوظ رکھے اور ان ذمّہ داریوں کو کماحقہٗ ادا کرنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے جو اس نے ہم پر عائد کی ہیں!

اقول قولی ھذا واستغفر اللّٰہ لی ولکم ولسائر المسلمین و المسلمات

مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور

۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ ۵۴۷۰۰۔ فون: ۸۵۶۰۰۳-۸۵۶۰۰۴

درخواست رکنیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم اراکین مجلس منتظمہ ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں مسمّی / مسماۃ (مکمل نام مع ولدیت)...

(پتہ)..

....فون نمبر..........

اپنے آپ کو مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے حلقۂ محسنین / مستقل ارکان / عام ارکان میں شمو[لیت کے]
لیے پیش کرتا ہوں / کرتی ہوں ۔

یکمشت زر تعاون ______ روپلے بشکل نقد / چیک / ڈرافٹ نمبر ______

بنام ______ بنک لمیٹڈ ______ پیش خدمت ہے۔

مجھے انجمن کی قرارداد تاسیس واغراض ومقاصد سے مکمّل اتفاق ہے اور میں نے انجمن ک[ے]
ضوابط کا بھی مطالعہ کر لیا ہے۔

چنانچہ میں مبلغ ★ ______ روپے ماہانہ زرتعاون ادا کرتا رہوں گا / رہوں گی۔
مزید برآں انجمن کے اغراض ومقاصد کے لیے حتی المقدور عملی تعاون بھی پیش کرتا رہوں گا / کر[تی رہوں]
گی۔ اللہ تعالیٰ میرے اس انفاق کو قبول فرمائے اور مجھے اپنے دینِ متین کی بالعموم اور اپنی کتابِ [عزیز کی]
بالخصوص خدمت کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) والسلام

تاریخ ---------- دستخط ----------

★ مؤسسین ومحسنینِ انجمن کے لیے کم از کم ماہانہ زرتعاون دو سو روپے ماہوار، مستقل ارکان کے
یکصد روپے ماہوار اور عام ارکان کے لیے پچاس روپے ماہوار ہے لیکن حسب استطاعت
دینا چاہیں وہ تحریر فرمادیں!

...مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے قواعد وضوابط کے چند اہم نکات

۱۔ انجمن کے مقاصد میں بنیادی مقصد لوگوں کو قرآن حکیم کی جانب متوجہ کرنا ہے۔ اسی سبب سے ...جمن کے کام کو دعوت رجوع الی القرآن کا نام دیا گیا ہے۔

۲۔ اراکین انجمن کے تین حلقے ہیں۔ (i) حلقۂ محسنین۔ یعنی وہ لوگ جو رکنیت اختیار کرتے ...ت یکمشت پانچ ہزار روپے ادا کرتے ہیں اور جن کا ماہانہ زرِتعاون کم ازکم ایک سو روپے ہوتا ...ہے۔ (ii) حلقہ مستقل ارکان۔ یعنی وہ لوگ جو رکنیت اختیار کرتے وقت یکمشت دو ہزار روپے ...ا کرتے ہیں اور جن کا ماہانہ زرِتعاون کم ازکم پچاس روپے ہوتا ہے۔ (iii) حلقہ عام ارکان۔ ...نی وہ لوگ جو یکمشت کچھ ادا نہیں کرتے اور جن کا کم ازکم ماہانہ زرِتعاون پچیس روپے ہوتا ...ہے۔

۳۔ انجمن کی مجلسِ منتظمہ چودہ ارکان پر مشتمل ہوتی ہے جس میں سے بارہ منتخب ہوتے ہیں ...ر دو نامزد۔

... مجلسِ منتظمہ کے منتخب ارکان میں سے چھ کو حلقۂ محسنین، دو کو حلقہ مستقل ارکان اور ...کو عام ارکان منتخب کرتے ہیں۔

...۔ مجلسِ منتظمہ کے انتخاب کے لئے صرف ایسے وابستگان انجمن کے نام تجویز کئے جاسکتے ...ہیں جو (i) چالیس سال سے کم عمر کے نہ ہوں۔ (ii) انجمن سے وابستگی کا تین سال کا عرصہ مکمل ...کر چکے ہوں (iii) نہ تو انجمن کے زیرِکفالت ہوں اور نہ ہی انجمن میں کسی منفعت بخش عہدے ...پر نہ ہوں۔

... لاہور میں رہائش پذیر صرف وہ مرد وابستگانِ انجمن اپنا حقِ رائے دہی استعمال کر سکتے ...ہیں جو سالانہ اجلاسِ عام میں موجود ہوں۔

... لاہور میں رہائش پذیر خواتین اور بیرونِ لاہور رہائش پذیر خواتین وحضرات بذریعہ ڈاک ...حقِ رائے دہی استعمال کر سکتے ہیں۔

...۔ انتخاب میں صرف وہ وابستگان انجمن حقِ رائے دہی استعمال کر سکیں گے جن کی انجمن ...سے وابستگی کو ایک سال کا عرصہ گذر چکا ہو۔

ہم مغرب سے مقابلہ کرتے ہیں

....اور اُن ہی کی سرزمین پر!

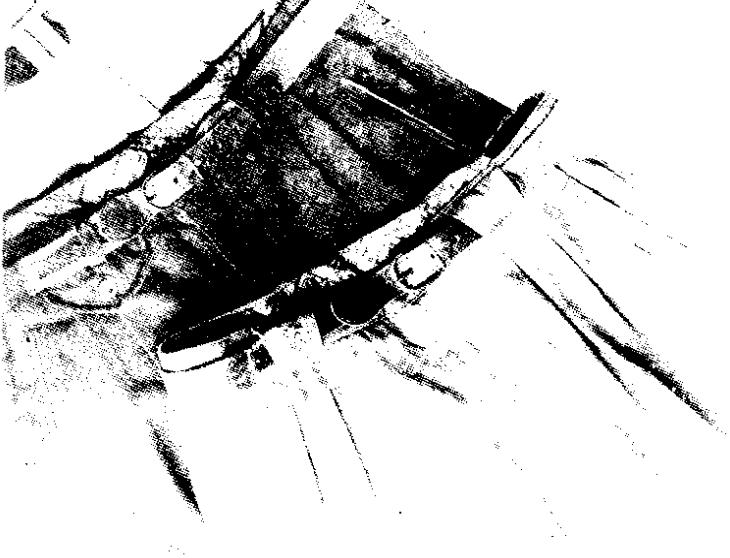

ہم اپنے گارمنٹس، بیڈلنن اور ٹیکسٹائل کی دیگر مصنوعات مغربی ممالک، اسکینڈی نیوین ممالک، شمالی امریکہ، روس اور مشرق وسطیٰ کے ملکوں کو برآمد کرتے ہیں اور ہماری برآمدات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے لیکن بیرونی منڈیوں میں اپنی ساکھ برقرار رکھنے کے لئے ہمیں انتھک محنت کرکے اپنی فنی مہارت اور معلومات میں مستقل اضافہ کرتے رہنا پڑتا ہے۔ ایسی محنت جو ہمیں رُک کر دم نہیں لینے دیتی ایسی محنت جو ہماری کارکردگی کے معیار کو اور بلند کرتی ہے، ایسی محنت جو کوالٹی، ڈیزائن اور پابندیٔ وقت کے سلسلے میں کرم فرماؤں کے مطالبات اطمینان بخش طریقے پر پورا کرنے کا ہمیں اہل بناتی ہے۔

Made in Pakistan
Registered Trade Mark

Jawad®

جہاں شرط مہارت
وہاں جیت ہماری

معیاری گارمنٹس تیار کرنے اور برآمد کرنے والے

ایسوسی ایٹڈ انڈسٹریز (گارمنٹس) پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ

IV/C/3-A ناظم آباد کراچی - 18 - پاکستان - فون 610220-616018-628209

کیبل "JAWADSONS" ٹیلیکس 24555 JAWAD PK فیکس (92-21) 610522

MONTHLY

Meesaq

36-K Model Town, Lahore - Pakistan.

Regd No. L 7360

VOL. 40 No. 7

JUL 1991